ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

28 جون تا 4 جولائی 2007ء/12 تا 18 جمادی الثانی 1428ھ

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

اسفل سافلین

ملعون رشدی کو 'سر' کا خطاب......

مقام رسالتؐ اور مغرب کا تعصب

اسی باعث تو قتل عاشقاں سے......

پاکستان کے لئے امریکی منصوبہ

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام احتجاجی مظاہرہ

ترکی: اسلام اور سیکولرازم کی کشمکش

ایک امریکی خاتون کا پیغام

اے خدا......!

عالم اسلام

مومن صرف اللہ پر توکّل کرتے ہیں!

ایمان کا ثمرہ اور لب لباب ''توکّل علی اللہ'' قرار دیا گیا کہ ﴿ وَعَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ (الانفال:2) ''اور وہ (اہل ایمان) اپنے پروردگار پر توکّل کرتے ہیں''۔ چنانچہ توکّل صرف اللہ پر ہو، توکّل ساز و سامان اور اسباب و وسائل و ذرائع پر نہ ہو، توکّل اپنے زورِ بازو پر نہ ہو، توکّل اپنی ذہانت و فطانت پر نہ ہو۔ راہِ حق میں جو کچھ تمہیں کرنا ہے اس کے لیے بھی بھروسہ اگر اپنے زورِ بازو اور اپنی ذہانت و فطانت پر ہے تو پھر بھی ناکام ہو جاؤ گے۔ توکّل کلیتاً اللہ کی تائید و نصرت پر، اللہ کی توفیق پر اور اللہ کی مدد پر ہو۔ ہمارا کام محنت کرنا، مشقت جھیلنا، ایثار کرنا اور قربانیاں دینا ہے۔ اگر ہم یہ کر گزریں تو ہم تو سرخرو ہو جائیں گے۔ ہوگا وہی جو اللہ چاہے گا، اور اُس وقت ہوگا جب اس کو منظور ہوگا۔ یہ فیصلہ ہماری خواہش کے مطابق نہیں ہوگا۔ ہم تو چاہیں گے کہ فوراً لپک کر منزل پر جا پہنچیں ع منزل کی طرف دو گام چلوں اور سامنے منزل آ جائے! ہر شخص یہی چاہے گا۔ کون چاہے گا کہ میں چلتا چلا جاؤں، چلتا چلا جاؤں اور منزل پھر بھی نگاہ کے سامنے نہ آئے۔ لیکن اس کے لیے بھی تیار رہو کہ اللہ کو ابھی مطلوب نہیں ہے تو پھر ہمیں بھی وہی چیز پسند ہے جو اسے پسند ہے۔ یہ راضی برضائے ربّ کا مقام ہے۔

حزبُ اللہ کے اوصاف

ڈاکٹر اسرار احمد

الھدیٰ (285)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ الانعام
(تعارف)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

سورۃ الانعام مکی سورت ہے۔ مکی سورتوں میں اصل مضمون توحید کا اثبات اور شرک کی نفی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایمان بالآخرۃ اور ایمان بالرسالت ان کا لازمی جزو ہے۔ ان سورتوں میں خطاب زیادہ تر مشرکین عرب سے ہے، جبکہ مدنی سورتوں میں خطاب بحیثیت امت مسلمہ مسلمانوں سے ہے۔ مکی قرآن میں نفاق کا ذکر شاید کسی ایک جگہ مل جائے گا، اور وہ بھی بہت غیر نمایاں طور پر۔ اس لئے کہ مکی دور میں نفاق کا مرض موجود نہیں تھا۔ اہل مکہ کا مزاج ایسا تھا کہ جب بات مانتے تھے تو پوری طرح مانتے تھے، اور اگر مخالفت کرتے تھے تو وہ بھی پوری شدت کے ساتھ کرتے تھے۔ ان کی مخالفت کھلم کھلا ہوتی تھی۔ اس میں چال بازیوں، ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا عنصر نہیں ہوتا تھا۔ جب ایک دفعہ زبان دے دی تو پورے اترتے تھے۔

مکی سورتوں کا دوسرا مضمون اخلاقیات کی تعلیم ہے، یعنی سچ بولنے کی تلقین، مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب، سخاوت کی تعریف، جھوٹ اور بخل کی مذمت اور اُن لوگوں کے طرزِ عمل پر گرفت کرنا جو دولت مند ہونے کے باوجود کٹھور دل ہیں، جو بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہیں، اور نہ ہی غریبوں کی مدد کرتے ہیں۔

مکی سورتوں کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ ان میں رسولوں کے حالات بڑی تفصیل کے ساتھ آئے ہیں۔ یہ بات بار بار دہرائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کی طرف اپنے کسی رسول کو بھیجا اور پھر اس رسول نے اپنی امکانی حد تک محنت اور مشقت کی، حق کی دعوت دی، حق کو حق ثابت کر دیا اور باطل کا باطل ہونا واضح کر دیا، مگر اس کے باوجود بھی اگر وہ قوم اڑی رہی اور رسول کی دعوت کو نہ مانا تو اُس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی گئی، وہ نسیاً منسیا کر دی گئی۔ اُس پر عذاب آیا اور اس کی جڑ کاٹ دی گئی۔

قرآن حکیم کی پہلی سورت ''الفاتحہ'' مکی ہے۔ اس کے بعد کی سورتیں البقرہ، آل عمران، النساء اور المائدہ مدنی ہیں۔ اور ان کے بعد یہ سورۃ ''الانعام'' بھی مکی ہے۔ سورۃ الانعام اور سورۃ الاعراف مکی سورتوں کا جوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کی دعوت کے ضمن میں قرآن دو راستے اختیار کرتا ہے۔ ایک تذکیر بالاء اللہ یعنی اللہ کی نعمتوں، اُس کی صناعی اُس کی قدرت کے حوالے سے ایمانی حقائق کو جو پہلے ہی انسان کے قلب میں مضمر ہیں، مگر خوابیدہ ہیں، ان کو اجاگر کرنا۔ سورۃ الانعام اکثر و بیشتر تذکیر بآلاء اللہ پر مشتمل ہے۔ دوسرا تذکیر بایام اللہ یعنی گزشتہ قوموں کے عبرت ناک واقعات کا ذکر۔ وہ قومیں کہ جن کی طرف رسول بھیجے گئے، مگر انہوں نے اُن پر ایمان لانے سے انکار کیا۔ تو ایسے لوگوں کا نام ونشان مٹا دیا گیا۔ یوں تاریخ انسانی کی طرف توجہ مرکوز کرائی گئی ہے۔ دیکھئے! قوم نوح، قوم ہود، قوم صالح، قوم شعیب، قوم لوط اور آل فرعون نے جب رسولوں کی نافرمانی کی تو اُن کا انجام کیا ہوا۔ اس طرح امت محمد ﷺ کو یہ ساری باتیں بتا دی گئیں کہ مبادا وہ کسی غلط فہمی میں ہوں۔ اگر یہ بھی رسول ﷺ کی بات نہ مانیں گے اور حق کو قبول نہ کریں گے تو ان کا انجام بھی ویسا ہی ہوگا۔ آپ دیکھیں گے کہ سورۃ الاعراف تذکیر بایام اللہ کا مظہر ہے۔

فرمان نبوی

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

دو قابلِ قدر نعمتیں

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

((نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ)) (رواہ البخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''دو نعمتیں ایسی ہیں کہ ان کے بارے میں لوگ فریب اور دھوکا کھائے ہوئے ہیں (اور وہ دونوں نعمتیں) تندرستی اور فراغت ہیں۔''

تشریح: مذکورہ نعمتوں میں سے ایک نعمت تو تندرستی ہے یعنی جسم و بدن کا امراض سے محفوظ رہنا اور دوسری نعمت ہے، فراغت۔ یعنی اوقات کا غم، روزگار کے مشاغل اور مصروفیات اور تفکرات و تشویشات سے فارغ و خالی ہونا۔ چنانچہ دنیا میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جو اپنی غفلت شعاری کی بنا پر ان دونوں نعمتوں کی قدر نہیں کرتے اور ان کے معاملے میں اپنے نفس سے فریب کھا کر ان کو مفت میں ہاتھ سے جانے دیتے ہیں، جیسا کہ کوئی شخص خرید و فروخت کے معاملے میں کسی کے فریب اور دھوکا کا شکار ہو کر اپنے مال و متاع کو مفت میں گنوا دیتا ہے اور نقصان برداشت کرتا ہے۔ لہٰذا اس ارشادِ گرامی میں ان لوگوں کے تئیں حسرت و افسوس کا اظہار ہے جو ان نعمتوں سے کما حقہٗ فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ بایں طور کہ نہ تو اپنی صحت و تندرستی کے زمانہ میں دین و دنیا کی بھلائی و فائدہ کے کام کرتے ہیں اور نہ فرصت کے اوقات کو غنیمت جان کر ان میں آخرت کے اُمور کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ہاں! جب ان کی صحت خراب ہو جاتی ہے، دنیا بھر کے تفکرات لاحق ہو جاتے ہیں اور غم روزگار کی گردش ان کے اوقات کو مختلف قسم کی مشغولیتوں اور تشویشوں میں جکڑ لیتی ہے، اس وقت ان کو ان نعمتوں کی قدر ہوتی ہے اور وہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم نے کیسے بیش قیمت مواقع گنوا دیے اور اس قول ''النعمة اذا فقدت، عرفت'' (کہ نعمت کی قدر اس وقت ہوتی ہے جب وہ جاتی رہتی ہے) کا مصداق بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دونوں نعمتوں کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسفل سافلین

قرآنِ حکیم نبی اکرم ﷺ کا حقیقی اور دائمی معجزہ ہے۔ ہر طلوع ہونے والی صبح اِس کی حقانیت اور عظمت پر مہرِ تصدیق ثبت کرتی ہے۔ اللہ رب العزت نے سورۃ التین کی آیات میں فرمایا جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ انسان کی تخلیق بہت احسن انداز سے کی گئی ہے، مگر جب اُس میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو وہ پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں جا پڑتا ہے۔ انسانی تاریخ کا مطالعہ کریں، آپ اِسے حرف بہ حرف درست پائیں گے۔ عظمت کردار کے حوالے سے انبیاء و رُسل کا معاملہ استثنائی بھی سمجھ لیا جائے کہ وحی کے ذریعے اُن کا براہ راست اللہ سے تعلق ہوتا ہے۔ تاریخ ہمیں غیر نبی میں ایسی ایسی عظیم ہستیوں کا پتہ دیتی اور اُن کے کارناموں سے ہمیں آگاہ کرتی ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ وہ حضرت لقمان ہوں یا آلِ فرعون کا مومن، حضور ﷺ کے صحابہؓ ہوں یا حضرت عیسیٰؑ کے حواری، انسانیت اُن پر فخر کرتی دکھائی دیتی ہے۔ اِسی طرح اسفل سافلین کے کردار بھی انسانیت پر بدنما داغ کے طور پر واضح نظر آتے ہیں۔ ماضی بعید میں فرعون، نمرود، ابولہب اِس کی مثال ہیں اور ماضی قریب میں چنگیز خان، ہلاکو خان، ہٹلر وغیرہ اور حال میں بش، بلیئر اینڈ کمپنی گھناؤنے کردار کے حامل نظر آتے ہیں۔ یہ سب سیاسی کھلاڑی تھے اور ان سب نے اقتدار و اختیار اور حکومتیں وسیع کرنے کے لئے ظلم و بربریت کا مظاہرہ کیا، قتل و غارت کا بازار گرم کیا اور انسانی خون سے ہولی کھیلی۔

ادب اور شاعری کے میدان میں بھی کچھ لوگ ذہنی لحاظ سے اُن ہی کے قبیل کے ہوتے ہیں۔ سیاسی اور عسکری سطح پر کچھ حاصل کر لینا اُن کے بس کی بات نہیں ہوتی، لیکن دولت اور سستی شہرت کے حصول کے لئے وہ اندھے ہو جاتے ہیں۔ کچھ نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے یہ کمائی کی اور کچھ نے انبیاء پر کیچڑ اچھال کر اپنی دنیا بنائی۔ اِن میں سے ایک بدبخت سلمان رشدی بھی ہے۔ ہماری رائے میں دولت اور شہرت کی خواہش نے اِسے ایک نفسیاتی مریض بنا دیا۔ اُس بدبخت نے حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی، ازواجِ مطہراتؓ اور صحابہؓ کے بارے میں بے ہودہ باتیں لکھ ڈالیں۔ ایسی مقدس ہستیاں جنہوں نے دنیا اور مافیہا کو پرِکاہ کی حیثیت نہ دی اور اپنی زندگی انسانوں کی دنیا اور آخرت سنوارنے کے لئے وقف کر دی۔ اُن کے روشن اور بے داغ کردار پر دھبہ لگانے کی مذموم کوشش کرنا گویا چاند پر تھوکنا تھا۔ یہی وہ انسان نما مخلوق ہے جنہیں قرآن پاک میں اسفل سافلین قرار دیا گیا۔ ''شیطانی آیات'' نامی بدنامِ زمانہ کتاب لکھنے والے شیطان کے اِس چیلے پر مزید کچھ لکھنا وقت ضائع کرنا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اِس بے ہودہ گوئی اور ہزلیات پر برطانوی سرکار نے انیس سال کے بعد 'سر' کا خطاب لعنت کا طوق بنا کر رشدی کے گلے میں کیوں ڈالا۔ ہماری رائے میں دشمنانِ اسلام باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف کسی گرینڈ آپریشن کی تیاری کر رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان گھٹیا حربوں سے مسلمانوں کو مشتعل کریں تاکہ وہ تخریب کاری یا دہشت گردی کی کارروائی کریں اور یہ بھی ممکن ہے کہ جس طرح نائن الیون کا ڈرامہ رچایا گیا، پھر اُسے بنیاد بنا کر افغانستان اور عراق کو تہس نہس کر دیا گیا، ایسا ہی کوئی ناٹک رچا کر مسلمانوں کے خلاف کسی گرینڈ آپریشن کا جواز مہیا کیا جائے۔ مسلمان عوام نے احتجاج اور مظاہروں کے ذریعے اپنے جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ یقیناً قابلِ قدر ہے، اِس لیے کہ مسلمان حکمرانوں خصوصاً صدر اور وزیر اعظم پاکستان کو تو اتنی توفیق بھی نہیں ہوئی کہ وہ رشدی کے خلاف منہ سے کچھ پھوٹ دیتے۔ بہر حال کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ دشمنانِ اسلام کے عزائم اور منصوبوں کو سمجھا جائے، اور اُس کا توڑ کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔

ہماری رائے میں عالمِ کفر کا مقابلہ کرنا اُس وقت تک ناممکن ہے جب تک مسلمان قرآن کو اپنا امام نہیں بناتے اور جب تک رسول ﷺ کے اتباع کا عزمِ صمیم نہیں کرتے۔ ہر مسلمان کو قرآن کا مردِ مومن بننا ہوگا اور سیرتِ رسول ﷺ کی روشنی میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے وہی منہج اختیار کرنا ہوگا جو آپ ﷺ نے مرحلہ وار طے کیا تھا۔ اِس میں غفلت اور سست روی اختیار کرنا جرمِ عظیم ہے۔ مصلحت اور عملیت پسندی کا جواز گھڑ کر جہاد کو ترک کر دینا یا اُس کے ترک کی ترغیب دینا مسلمانوں کے خلاف بدترین سازش ہے، البتہ تربیت اور تیاری کے مراحل کو نظر انداز کر کے چھلانگیں لگاتے ہوئے جلتی کے منہ میں کود جانا بھی تباہ کن ہوگا۔ عالمِ کفر تصادم پر تُلا ہوا ہے۔ (باقی صفحہ 19 پر)

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور
ندائے خلافت

جلد 16 — 28 جون تا 4 جولائی 2007ء — 12 تا 18 جمادی الثانی 1428ھ — شمارہ 25

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقامِ اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 250 روپے
بیرونِ پاکستان
-------------- (2000 روپے)
یورپ ایشیا افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ کینیڈا آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ / منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

ادارہ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

دُعا

(مسجد قرطبہ میں لکھی گئی)

(گزشتہ سے پیوستہ)

میرا نشیمن نہیں درگہِ میر و وزیر — میرا نشیمن بھی تُو، شاخِ نشیمن بھی تُو!
تجھ سے گریباں مرا مطلعِ صبحِ نشور — تجھ سے مرے سینے میں آتشِ اَللّٰہ ھُو!
تجھ سے مری زندگی سوز و تب و درد و داغ — تُو ہی مری آرزو، تُو ہی مری جستجو!
پاس اگر تُو نہیں شہر ہے، ویراں تمام — تُو ہے تو آباد ہیں اُجڑے ہوئے کاخ و کُو!
پھر وہ شرابِ کُہن مجھ کو عطا کر، کہ مَیں — ڈھونڈ رہا ہوں اسے توڑ کے جام و سبُو!
چشمِ کرم ساقیا، دیر سے ہیں منتظر — جلوتیوں کے سبُو، خلوتیوں کے کدو!
تیری خدائی سے ہے میرے جنوں کو گِلہ — اپنے لیے لامکاں میرے لیے چار سُو!
فلسفہ و شعر کی اور حقیقت ہے کیا — حرفِ تمنّا جسے کہہ نہ سکیں رُوبرُو!

4۔ دُعا کی حقیقت واضح کرنے کے بعد اب اقبال اللہ تعالیٰ سے خطاب کرتے ہیں کہ اے ربِّ کریم! میں تیرا ایک عاجز بندہ ہُوں اور دنیا میں تیرے سوا کسی کو اپنا دست گیر اور حاجت روا نہیں سمجھتا۔ میرا نشیمن بھی تُو ہی ہے اور شاخِ نشیمن بھی تُو ہی ہے، یعنی میں صرف تجھ ہی پر تکیہ کرتا ہوں اور اس تکیے کی توفیق بھی تجھی سے طلب کرتا ہوں۔ میں صرف تجھی کو اپنا زندگی کا سہارا سمجھتا ہوں، اور یہ سمجھ جو مجھ میں پیدا ہوئی ہے، یہ بھی تیری ہی پیدا کردہ ہے۔

5۔ تیری ہی مہربانی سے میرے اندر عشق کا یہ رنگ پیدا ہُوا ہے۔ تیری ہی محبت کی بدولت، میرے سینے میں قیامت کا سا ہنگامہ برپا ہے۔ تیرے ہی عشق کی آگ میرے دل میں بھڑک رہی ہے۔ تیری ہی یاد میں ''اللہ ہُو'' کا نعرہ میرے لبوں سے نکل رہا ہے۔

اِس شعر کے پہلے مصرعے کے مضمون کو ایک شاعر نے یُوں ادا کیا ہے:

مرا سینہ ہے مشرق، آفتابِ داغِ ہجراں کا
طلوعِ صبحِ محشر، چاک ہے میرے گریباں کا

6,7۔ میری زندگی میں تیری ہی محبت کی بدولت، سوز و گداز اور سرمستی کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے۔ تُو ہی میرا مقصود اور مطلوب ہے، اور تجھ کو حاصل کرنا ہی میری زندگی کا نصب العین ہے۔ اگر مجھے تیری معیت اور سنگت نصیب ہو جائے تو ویرانے میں آبادی کا لطف حاصل ہوسکتا ہے، لیکن اگر یہ نعمت مجھے نصیب نہ ہو تو پھر ساری دنیا میرے لیے ہیچ ہے۔

8۔ الٰہی! میں بڑی ندامت کے ساتھ اپنے قصور کا اعتراف کرتا ہوں کہ تُو نے تو اپنے فضل و کرم سے مجھے دولتِ ایمان عطا فرمادی تھی، مگر میں نے کوتاہیٔ عمل کی بنا پر اُسے ضائع کر دیا، لیکن اب مجھے اپنی غلطی کا شدید احساس ہے، اس لیے تُو پھر مجھے عشقِ رسول ﷺ کی دولت عطا فرمادے۔

9۔ اے میرے ربّ! میں اِس دُعا میں اپنی قوم کے تمام افراد کو شریک کرتا ہوں۔ وہ لوگ جو امورِ دنیاوی میں مشغول ہیں، اور وہ جو عُزلت گزیں ہیں، سب تیری نگاہِ کرم کے منتظر ہیں۔

10۔ اے مالک! میں بڑے ادب کے ساتھ تیری جناب میں عرض کرتا ہوں کہ میرا جذبۂ محبت، زمان و مکان کی قید گوارا نہیں کرسکتا، اس لیے تُو اپنے فضل و کرم سے مجھ میں بھی لامکانی کی صفت پیدا کردے۔ چونکہ اقبال کی رائے میں خودی کا کمال یہ ہے کہ وہ زمان و مکان کی قید سے آزاد ہوجائے، اس لیے انہوں نے ہر کتاب میں مسلمانوں کو اِسی نصب العین کے حصول کی تلقین کی ہے، اور خود بھی اِس نظم میں اللہ تعالیٰ سے اِسی دولتِ عُظمیٰ کے حصول کی دُعا کی ہے۔

11۔ آخری شعر میں اقبال نے اِس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ میں نے اللہ سے جو دُعا کی ہے، اُس میں اپنے قلبی جذبات کی نکاسی مکمل طور سے نہیں کی ہے، کیونکہ میں نے یہ دُعا نثر میں نہیں کی ہے، بلکہ شعر کی صورت میں کی ہے، اور شاعری اور فلسفے کی حقیقت یہ ہے کہ شاعر اور فلسفی اپنے خیالات کو واشگاف بیان نہیں کرسکتا۔ فلسفہ و شعر کی خوبی رمز و ایما میں مضمر ہے۔ چنانچہ دنیا کے تمام بڑے بڑے شعراء نے اسی صفت کی بدولت اپنی شاعری میں دلکشی کا رنگ پیدا کیا ہے۔

ملعون رشدی کو سر کا خطاب اور

امت مسلمہ کی زبوں حالی کے اسباب

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 22 جون 2007ء کے خطبۂ جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! رواں ہفتے دو سانحات پیش آئے، جس سے مسلمانوں کے دل مجروح ہیں۔ ایک عظیم اور انتہائی المناک سانحۂ حکومت برطانیہ کی طرف سے ملعون رشدی کو سر کا خطاب دینا ہے۔ وہ رشدی جو امت مسلمہ کا سب سے بڑا مجرم ہے کہ وہ توہین رسالت کا مرتکب ہوا ہے، اور جسے بہت پہلے امت قابل گردن زدنی قرار دے چکی ہے۔ ایسے شاتم رسولؐ کو 'نائٹ ہڈ' کا اعزاز دے کر مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی کی گئی ہے، اور پوری امت کے جذبات کو شدید طور پر مجروح کیا گیا۔ اِس انتہائی گھناؤنے اقدام پر پوری امت جس کرب اور اضطراب میں مبتلا ہے، وہ ناقابل بیان ہے۔ اِسی لئے پوری دنیا میں جگہ جگہ اِس کے خلاف مظاہرے ہو رہے ہیں اور حکومت برطانیہ سے یہ خطاب واپس لینے کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔

دوسرا واقعہ میران شاہ میں تازہ امریکی میزائل حملہ ہے۔ جو نہ صرف ہماری سالمیت اور خودمختاری پر کاری ضرب ہے، بلکہ اِس میں چالیس بے گناہ افراد بھی شہید ہو گئے ہیں۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ یہ پہلی بار نہیں ہوا بلکہ ایسے حملے پہلے بھی ہوئے ہیں، جن میں بے گناہ جانوں کا نقصان بھی ہوا، اور ہماری خودمختاری بھی بیرونی جارحیت کے تیروں سے چھلنی ہوئی۔ اِس صورتحال سے عیاں ہے کہ پاکستان کی سرزمین امریکہ کے لئے کھلی چراگاہ ہے، وہ جہاں چاہے اور جیسے چاہے میزائل داغے، اور ہمارے بھائیوں کو شہید کر ڈالے۔

ماضی پر نگاہ ڈالیں، نائن الیون کے بعد امت مسلمہ بالخصوص مسلمانان پاکستان بار بار صدمات سے دوچار ہو رہے ہیں۔ پہلے افغانستان پر ناحق حملہ کیا گیا۔ پھر عراق کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ اِس کے بعد گوانتا موبے جیل میں قرآن حکیم کی بے حرمتی کی گئی۔ پھر مغربی پریس میں نبی اکرم ﷺ کے توہین آمیز خاکے شائع کئے گئے۔ پاکستان میں قومی ہیرو ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی تذلیل کی گئی جنہوں نے اللہ کی نصرت کے سہارے پاکستان کو ایٹمی قوت بنایا۔

ہم مسلمانوں نے ہر موقع پر احتجاج کیا، مگر ہمارے احتجاج کو پرکاہ برابر اہمیت بھی نہ دی گئی۔ حالیہ گھناؤنے واقعے کے بعد مسلمانانِ عالم بھرپور احتجاج کر رہے ہیں، دنیا کے ستاون مسلم ممالک میں نبی اکرم ﷺ کے امتی سراپا احتجاج ہیں، اور خطاب واپس لینے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ مگر برطانوی حکومت کو مسلمانوں کے جذبات کی کوئی پروا نہیں۔ برطانوی وزیرخارجہ نے حددرجہ ڈھٹائی اور صلیبی تعصب کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم رشدی سے یہ خطاب واپس نہیں لیں گے۔

ملعون رشدی کو 'سر' کا خطاب دے کر مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی کی گئی، اور پوری امت کے جذبات کو شدید طور پر مجروح کیا گیا

ہمارے لئے غور طلب بات یہ ہے کہ امت کی زبوں حالی کا بنیادی سبب کیا ہے، ہمارے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ تو اِس کا جواب بہت واضح ہے اور وہ ہے ہمارا جرم ضعیفی۔ اقبال نے کہا تھا۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

ہم ضعیف اور کمزور اِس بنا پر ہو گئے ہیں کہ ہم نے دنیا پرستی، زر پرستی، مفاد پرستی اور آخرت کو بھلا دینے کی روش اپنائی ہے۔ ہم دنیا کو اپنی جنت بنانا چاہتے ہیں، یہاں اس طور سے اسباب زندگی اکٹھے کر رہے ہیں گویا ہم نے ہمیشہ یہیں رہنا ہے، حالانکہ یہ دنیا ہمارا عارضی مستقر ہے، ہمارا اصل مقام آخرت ہے، وہی ہماری اصل ترجیح ہونی چاہیے۔ دنیا کافروں کے لئے تو دل لگانے کی جگہ ہے، لیکن ہمارے لیے یہ قیدخانہ ہے۔ اگر ہم اُسے ہی اپنا مقصود بنالیں گے، تو اِس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارے دل میں موت سے نفرت پیدا ہوگی، اور بزدلی جنم لے گی اور دین حق کے غلبہ کے لیے جان و مال کی قربانی بہت دشوار محسوس ہوگی۔ پھر دنیا میں لازماً رسوا ہوں گے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایک فرمان میں جہاں مسلمانوں کے عہد زوال کے متعلق پیشین گوئی فرمائی وہاں اِس کا سبب یہی بتایا، اور وہ ہے حُبّ دنیا اور موت سے نفرت۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''وہ زمانہ آ رہا ہے کہ (دنیا کی) قومیں تم پر حملہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کو اس طرح پکاریں گی جس طرح کھانے والے کھانے کے پیالے پر گرتے ہیں۔''

صحابہ کرامؓ نے عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس زمانے میں ہم مسلمان تعداد میں کم ہو جائیں گے؟''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''نہیں' تم ان دنوں بہت زیادہ تعداد میں ہو گے' لیکن تمہاری حالت ایسی ہو جائے گی جیسے سیلاب کے پانی کی سطح پر جھاگ اور خس وخاشاک ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اٹھا دے گا اور تمہارے دلوں میں کمزوری ڈال دے گا۔''

ایک صحابیؓ نے پوچھا: ''یارسول اللہؐ! وہ کمزوری کیسی ہوگی؟''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''دنیا کی محبت اور موت سے کراہت۔'' (مسنداحمد)

صحابہ کرامؓ نے دین کے غلبے کے لیے اپنا جان مال اسی لیے قربان کیا کہ انہوں نے آخرت کو منزل بنایا تھا۔ انہیں دنیا کے مقابلے میں موت زیادہ عزیز تھی ؎

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

آج ہمارا حال یہ ہے کہ دنیا کی محبت کے سبب ہمارے اندر بزدلی نے ڈیرے ڈال دیئے ہیں۔ ہم بھارت کے آگے بچھے جا رہے ہیں۔ ایٹمی قوت ہونے کے باوجود امریکہ کی ایک فون کال پر اُس کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔

حضرات! عالم کفر اکٹھے ہو کر مسلمانوں کے خلاف عسکری اور تہذیبی یلغار کر رہا ہے۔ سوچے سمجھے منصوبے کے ساتھ اُن کی جذبات کو ٹھیس پہنچائی جا رہی ہے۔ ہم ایسے ہر

موقع پر احتجاج کر لیتے ہیں، بیانات دیتے ہیں، مذمتی قراردادیں پاس کرتے ہیں، مگر وقت نے ثابت کر دیا ہے کہ محض احتجاج یا مذمت کر دینے سے حالات نہیں بدلیں گے۔ ہم مسلمانوں کو احتجاج ضرور کرنا چاہیے کہ یہ تو کم از کم ایمانی کیفیت کا اظہار ہے، مگر ہمیں اس صورتحال کا گہرا تجزیہ کرنا ہو گا کہ اصل مرض کیا ہے، اور اُس کے علاج کی کیا صورت ہے۔ ہم کیوں کمزور ہیں۔ ہماری اتنی بڑی تعداد کے باوجود دشمن اپنی شیطانی چالوں کے ذریعے کیوں اللہ کی کتاب اور اُس کے عظیم المرتبت رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو رہا ہے؟ امت کی پستی کا سبب کیا ہے؟ محض یہ کہہ دینے سے بات نہیں بنے گی کہ فرقہ واریت کے سبب امت زوال کا شکار ہے، یا یہ کہ ہم ٹیکنالوجی میں پیچھے ہونے کے سبب انحطاط کا شکار ہیں۔ اگر اس تجزیہ میں جزوی صداقت ہے بھی تو اس کی ذمہ داری بھی تو اُس سیکولر طبقہ پر عائد ہوتی ہے، جو مسلمانوں پر مسلط ہے۔ بہرحال یہ بات بہت اہم ہے کہ ہمارے دانشور اور فہمیدہ طبقات ایک دوسرے پر الزام لگانے کی بجائے اِس بات پر غور کریں کہ مسلمانوں کی زبوں حالی کو کیسے بدلا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے رہنمائی ہمیں قرآن حکیم سے ملے گی، جو الھدیٰ ہے، قابل ترین ہدایت۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِس (قرآن) میں گزشتہ قوموں کے حالات مذکور ہیں، اور آنے والے حالات کی نقشہ کشی بھی ہے اور تمہارے مسائل ومشکلات کا حل بھی ہے۔'' (مسند دارمی)

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہم نے کتاب اللہ سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ ہمارا دانشور طبقہ مسائل کے حل کے حوالے سے قرآن سے رہنمائی لینا تو کجا کتاب اللہ کا ریفرنس بھی پسند نہیں کرتا، ہاں اگر کسی مغربی مفکر کے حوالے سے بات کی جائے تو اُس پر اُس کی بڑی توجہ ہوتی ہے۔ ہماری رسوائی کی اصل وجہ یہی ہے۔

اگر ہم فی الواقع مسلمان بن جائیں اور ایمانی تقاضوں کو پورا کریں تو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی طاقت ہم پر جارحیت کر سکے بلکہ میلی نظر سے بھی ہمیں دیکھ سکے۔ اگر کسی چودھری کا ملازم انتہائی وفادار ہو تو گاؤں میں کوئی اس کی طرف میلی نظر سے نہیں دیکھ سکتا۔ اگر کوئی دیکھے تو اُس کی آنکھیں نکال دی جائیں گی۔ اگر ہم کائنات کی سب سے بڑی طاقت کے غلام بن جائیں، توحید پر عمل پیرا ہو جائیں، ہر ایک سے کٹ کر اُسی ذات واحد سے لو لگائیں، تو عقلاً بھی یہ بات محال ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کفار کے رحم وکرم پر چھوڑ دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اہل ایمان سے وعدہ فرمایا کہ اگر انہوں نے ایمان کی شرط پوری کی تو دنیا میں اُنہیں ضرور سربلندی عطا فرمائے گا۔ فرمایا:

﴿ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ (آل عمران)

''اور (دیکھو) بے دل نہ ہونا اور نہ کسی طرح کا غم کرنا اگر تم مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔''

امت مسلمہ جو زمین پر اللہ کی نمائندہ امت ہے، اور جس کے پاس قرآن حکیم کی صورت میں کامل ترین ہدایت موجود ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ دین کے ساتھ وفاداری کرے اور شہادت علی الناس کا فریضہ انجام دے۔ اگر وہ یہ ذمہ داری ادا کرے تو دنیا میں اس سے زیادہ قوی اور زیادہ صاحب حیثیت اور کوئی بھی قوم نہیں ہو سکتی۔ ایسے مسلمانوں کے عروج میں اِس بات کی چنداں اہمیت نہیں ہو گی کہ سائنس و ٹیکنالوجی میں اُن کا مقام کیا ہے، اُس کے پاس جنگی ہتھیار کتنے ہیں، افرادی قوت کتنی ہے۔ اللہ انہیں ضرور سربلندی عطا فرمائے گا۔ اور اگر معاملہ اِس کے برعکس ہو۔ اللہ کی نمائندہ امت دین سے غداری کرے تو پھر وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہو جاتی ہے، اور اُس پر ذلت و مسکنت کا عذاب مسلط کر دیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم سے پہلے بنی اسرائیل زمین پر اللہ کی نمائندہ امت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی تھی۔ اور وہ دو ہزار سال تک اللہ کی نمائندگی کے منصب پر فائز رہی۔ مگر پھر دین سے غداری کے سبب انہیں عزت و شرف کے منصب سے معزول کر دیا گیا، اور اُن پر ذلت و رسوائی تھوپ دی گئی۔ قرآن حکیم میں یہ بات دو مقامات پر بیان فرمائی گئی ہے۔ سورۃ البقرہ میں فرمایا:

﴿ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۚ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴾

''اور (آخر کار) ذلت (ورسوائی) اور محتاجی (وبے نوائی) اُن سے چمٹا دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گئے۔ یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے اور (اُس کے) نبیوں کو ناحق قتل کر

پریس ریلیز

22 جون 2007ء

''شاتم رسول سلمان رشدی کو سر کا خطاب دے کر امت مسلمہ کے زخموں پر نمک چھڑکا گیا ہے''

''موجودہ زبوں حالی سے نکلنے کے لیے ہمیں اللہ کے دین سے وفاداری اور اُس کے نفاذ کو اپنی زندگی کا مقصد بنانا ہوگا''

حافظ عاکف سعید

شاتم رسول ﷺ سلمان رشدی کو سر کا خطاب دے کر امت مسلمہ کے زخموں پر نمک چھڑکا گیا ہے۔ یہ واقعہ ان صدمات کی ایک کڑی ہے، جن سے نائن الیون کے بعد امت مسلمہ دوچار ہے۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن حکیم کی بے حرمتی اور توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر احتجاج کے باوجود عالم کفر امت مسلمہ کو پرکاہ کے برابر حیثیت دینے کو تیار نہیں۔ یہ جرم ضعیفی کی سزا ہے جو ذلت کی صورت میں ہم پر مسلط ہے۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے ایک فرمان کے مطابق دنیا کی محبت اور موت کے ڈر کے باعث امت مسلمہ آج دشمن کے لئے تر نوالہ بن کر رہ گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بزدلی ہی وہ بیماری ہے جس کی وجہ سے ایک طرف ہم بھارت کے سامنے بچھے جا رہے ہیں تو دوسری طرف امریکہ ہماری قومی سالمیت کو پیروں تلے روند کر مدرسوں پر بمباری کر رہا ہے اور ہم سب سے پہلے پاکستان کا نعرہ لگانے کے باوجود اسے روک نہیں پا رہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ اس صورت حال میں ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہرانا حقائق سے چشم پوشی کے مترادف ہے۔ دراصل پوری قوم اور پوری امت اس صورت حال کی ذمہ دار ہے۔ قرآن کی رُو سے جب مسلمان قوم اللہ کی آیات پر عمل نہ کرے اور اللہ کی نافرمانی کی روش اختیار کرے تو اس پر ذلت و مسکنت مسلط کر دی جاتی ہے اور وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہو کر غضب الٰہی کا شکار ہو جاتی ہے۔ عذاب کی اس کیفیت سے نکلنے کے لیے ہمیں اللہ کے دین سے وفاداری کی روش اختیار کرتے ہوئے شریعت اور حدود اللہ کی تنفیذ کو اپنی زندگی کا مقصد بنانا ہوگا۔ پھر اللہ کی تائید ونصرت کی بدولت دنیا کی کوئی طاقت اللہ کا نام لینے والی امت کو ذلیل ورسوا نہ کر سکے گی۔ بصورت دیگر ہم اسی طرح احتجاج کرتے رہیں گے اور ہمیں ایک کے بعد دوسرے صدمے کا انتظار کرنا ہوگا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

دیتے تھے۔ یہ اِس لئے کہ نافرمانی کئے جاتے اور حد سے بڑھتے جاتے تھے۔"

سورۂ آل عمران میں ارشاد ہوا:

﴿ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿١١٢﴾ ﴾

"یہ جہاں نظر آئیں گے ذلت (کو دیکھو گے کہ) اُن سے چمٹ رہی ہے بجز اس کے یہ اللہ اور (مسلمان) لوگوں کی پناہ میں آ جائیں اور یہ لوگ اللہ کے غضب میں گرفتار ہیں۔ اور ناداری اُن سے لپٹ رہی ہے۔ یہ اس لئے کہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے۔ اور (اُس کے) پیغمبروں کو ناحق قتل کر دیتے تھے۔ یہ اس لئے کہ یہ نافرمانی کیے جاتے اور حد سے بڑھے جاتے تھے۔"

متذکرہ بالا دونوں آیات کے پہلے حصے میں بنی اسرائیل پر ذلت و مسکنت مسلط کر دینے کا تذکرہ ہے، اور دوسرے حصے میں اُن کے زوال، اور انحطاط کے چار اسباب بیان کئے گئے ہیں، جو درج ذیل ہیں: آیات الٰہی کا انکار، انبیاء کا قتل، نافرمانی اور حد سے بڑھنا۔

انہی جرائم کی پاداش میں بنی اسرائیل حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہما السلام کے عہد حکومت (جو یہود کا ترقی و عروج کا زمانہ تھا) کے چند سو سال بعد زوال کا شکار ہو گئے۔

آج ہم بھی ایسے ہی جرائم کی بنا پر ذلت سے دوچار ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے گستاخ کو اگر حکومت برطانیہ نے اپنے سر کا خطاب دیا ہے، تو ایسا کر کے محض اپنے صلیبی تعصب اور خبث باطن کو بے نقاب کیا ہے، ورنہ اپنی شیطانی حرکتوں سے وہ آپؐ کے بلند مرتبے اور اونچی شان میں کمی نہیں کر سکتے۔ البتہ اِس سے یہ تلخ حقیقت ضرور واضح ہوتی ہے کہ دشمنوں کی نگاہ میں ہماری کوئی وقعت نہیں رہی، اِسی لیے تو ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے احتجاج کے باوجود ایک چھوٹا سا ملک برطانیہ شاتم رسول ﷺ کو دیئے گئے خطاب کو واپس لینے پر آمادہ نہیں۔ اگر ہمارے اندر کچھ دم خم ہوتا، تو پھر صورتحال یقیناً مختلف ہوتی۔ ایک دور تھا کہ سندھ میں ایک مسلمان بیٹی نے اپنی بے حرمتی پر خلیفہ کو پکارا، تو ہزاروں میل دور بیٹھے خلیفہ نے اُس کی پکار پر لبیک کہا اور اُس کی مدد کے لیے لشکر روانہ کر دیا تھا، اور پھر اِسی لشکر کے ہاتھوں سندھ فتح ہوا۔ آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم پر ظلم و تشدد ہوتا ہے، دنیا میں کہیں بھی مسلمانوں کی جان محفوظ نہیں، پاکستان تو خاص طور پر اسلام دشمنوں کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ آئے روز کی جارحیت سے بے گناہ مسلمان مارے جا رہے ہیں۔ تازہ ترین واقعہ گزشتہ دنوں میران شاہ میں امریکی جارحیت ہے۔ جس کے نتیجے میں چالیس افراد شہید ہو گئے۔ امریکہ پہلے بھی اِس طرح کئی حملے کر چکا ہے۔ ہم نے اِن مواقع پر احتجاج کیا، تو وقتی طور پر امریکہ اُن سے باز آ گیا، مگر اب پھر وہی حرکت کی گئی ہے۔ امریکہ کو جارحیت سے نہ تو ہماری وفاقی حکومت روک سکی ہے اور نہ ایم ایم اے کی صوبائی حکومت کچھ کر سکی ہے، اور نہ پاکستان کے چودہ کروڑ عوام کا احتجاج اُسے ہماری سرحدی حدود کی پامالیوں، اور بے گناہ شہریوں کے قتل سے باز رکھ سکا۔

اِس رسوائی کی وجہ صرف اور صرف ہماری دین سے غداری ہے۔ ذرا غور کیجئے، وہی جرائم جو یہودیوں نے کئے تھے، اور جن کے سبب انہیں رسوا کیا گیا، آج ہم بھی اُن میں ملوث ہیں۔ اور اِس کی پیشنگوئی آپؐ نے فرما دی تھی۔ آپؐ کے فرمان عالی شان کے مطابق مسلمانوں پر بھی وہ حالات و واقعات آ کر رہیں گے جو بنی اسرائیل پر آئے تھے، یہاں تک کہ دونوں امتوں میں ایسے مشابہت ہو گی جیسے جوتی کے دو تلوے۔

یہودیوں پر ذلت مسلط کر دینے کا پہلا سبب یہ تھا کہ وہ آیات الٰہی کا انکار کرتے تھے۔ انکار کا مطلب محض قولی انکار ہی نہیں ہوتا، بلکہ عملی بھی ہوتا ہے۔ یہود نے کتاب تورات کا زبان سے انکار نہیں کیا تھا، بلکہ اُس پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا، اِس سے رہنمائی حاصل کرنا ترک کر دی تھی۔ اِس طرح وہ اپنے عمل سے تورات کی تکذیب کے مرتکب ہوئے تھے۔ آج ہمارا بھی یہ حال ہے کہ قرآن کو اللہ کی کتاب مانتے تو ہیں مگر اُس کے ساتھ ہمارا عملی رویہ انکار پر مبنی ہے۔ اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ اللہ کی کتاب کو مانتا ہے، مگر عملاً اُس کی روش یہ ہو کہ وہ کتاب اللہ کی جانب رجوع نہ کرے، اُس سے استفادہ نہ کرے، اُس سے ہدایت اخذ نہ کرے، اُس کے بتائے ہوئے راستہ کی بجائے اور راستہ اختیار کرے، تو یہ کتاب اللہ کی تکذیب نہیں، تو اور کیا ہے۔ اور اس وقت تکذیب عملی نہ صرف ہماری انفرادی زندگی میں ہے بلکہ اجتماعی زندگی میں بھی ہے۔ ساٹھ سال گزرنے کے باوجود ملک میں اسلامی نظام نافذ نہیں کیا جا سکا۔ حالانکہ جو لوگ اللہ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق فیصلے نہ کریں، اُن کے متعلق قرآن کا فتویٰ ہے کہ:

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٤٤﴾ ﴾ (المائدہ)

"اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔"

یہودیوں کا دوسرا جرم یہ تھا کہ وہ انبیاء کو قتل کر دیتے تھے۔ ہم لوگ بھی انبیائے کرام کے وارثین یعنی علمائے حق کو قتل کر رہے ہیں۔ جو شخص بھی حق کی بات کرتا ہے، مفاد پرست طبقات کے غلط اقدامات کو بے نقاب کرتا ہے، اور اُن کے خلاف آواز بلند کرتا ہے، اُن کے ظلم کو نمایاں کرتا ہے، اُسے راستے سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ حکمران ایسے لوگوں کا وجود گوارا نہیں کرتے، جو تانا شاہی، ظالمانہ انداز حکمرانی، سرمایہ دارانہ سودی نظام، اور مغربی تہذیب کے خلاف کلمۂ حق کہنے کا فریضہ ادا کریں۔ حکمران تو ایک طرف عوام بھی اُن لوگوں کو پسند نہیں کرتے جو غلط رسومات، ناروا رواجات اور غلط رویوں کے خلاف بات کریں۔ الغرض یہود نے انبیاء کو قتل کیا، تو ہم علمائے حق کے درپے آزاد ہیں۔

یہودیوں کا تیسرا جرم یہ تھا کہ انہوں نے نافرمانی کی روش اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل سے پہلو تہی کرتے رہے۔ آج ہمارا بھی یہی حال ہے۔ کتاب اللہ میں جا بجا حکم دیا گیا اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ دین کی تعلیم ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے حلت اور حرمت کے متعلق جو کچھ بتا دیا ہے، اُس کی پیروی کرو، کہ اُن کا فیصلہ حرفِ آخر ہے۔ مسلمان کا کام ہی تسلیم و رضا ہے۔ اللہ اور اُس کے نبی ﷺ نے کوئی بات فرمائی ہے تو اب اُس کے پاس اُس کی تعمیل کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ لیکن ہماری روش یہ ہے کہ ہمیں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے احکامات کی پروا ہی نہیں۔ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کا خیال ہی دلوں سے نکلتا جا رہا ہے۔ پھر ذلت و رسوائی کا عذاب کیونکر نہ آئے گا۔

جوتھا بڑا جرم جس کا ارتکاب یہودیوں نے کیا، وہ حد سے گزرنا تھا۔ وہ کھلم کھلا حدود اللہ کو پامال کرتے تھے۔ یہ دراصل نافرمانی کا عریاں انداز ہے، ہم اپنے حالات پر غور کریں، اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے جو حدود مقرر کی ہیں، چاہیے کہ اُن کا خیال رکھیں۔ نکاح، طلاق، معاشرت سے متعلق تعلیمات کی پیروی کریں۔ اللہ کی حدود پر مشتمل نظام کو قائم کریں۔ اُس طرز زندگی کو غالب کریں، جو اللہ نے ہمیں عطا کیا ہے۔ بدقسمتی سے آج نہ تو سماجی سطح پر اسلامی احکامات کی پیروی ہو رہی ہے اور نہ عالم اسلام میں ریاستی سطح پر کہیں اسلام کو غالب قانون کا درجہ دیا گیا ہے۔ جب صورتحال یہ ہو کہ اللہ کے احکامات کو یکسر فراموش کر دیا گیا ہو، اور اُس کی بجائے اغیار کے گمراہ کن فلسفوں اور نظریات کو اپنا لیا، تو پھر عزت و کامرانی اور غلبہ اور سربلندی سے محرومی ہمارا مقدر کیوں نہ ہو گی۔

حضرات! ہماری پستی اور رسوائی کا سبب دین سے بے اعتنائی ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری حالت تبدیل ہو، تو اِس کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں کہ قرآنی تعلیمات کی طرف پلٹیں اور اُس دین کو غالب کریں، جو طاقوت اور قوت کا سرچشمہ، اور مسلمانوں کے عروج کا ذریعہ ہے۔ یاد رکھئے!

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

[مرتب: ابو اکرام]

مقامِ رسالتؐ اور مغرب کا متعصبانہ رویہ

ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ

ملکہ برطانیہ نے اپنے اسلاف کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے بدنام زمانہ اور گستاخانہ کتاب ''شیطانی آیات'' کے مصنف شاتم رسول ملعون سلمان رشدی کو ''سر'' کے خطاب سے نوازا ہے۔ برطانیہ کے شاہی خاندان کی جانب سے مسلمانوں کی دل آزادی کا یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے۔ ماضی میں بھی جب ہندوستان پر انگریز کی حکومت تھی تو اُس وقت بھی ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا تو انگریز سرکار نے اُس جھوٹے مدعی نبوت کو پورا تحفظ عطا کیا تھا اور اس کیفیت کو مشہور شاعر مولانا اکبر الہ آبادیؒ نے بڑی خوبصورتی سے اپنے شعروں میں یوں بیان فرمایا تھا کہ۔

گورنمنٹ کی خیر یارو مناؤ
گلے میں جو آئیں، وہ تانیں اُڑاؤ
کہاں ایسی آزادیاں تھیں میسر
''انا الحق'' کہو اور پھانسی نہ پاؤ!

یعنی اگر اُس دور میں اسلامی حکومت ہوتی تو مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذریت کافر، مرتد اور واجب القتل کہلاتی۔ لیکن یہاں انگریز کی حکومت تھی، جس میں کھلی چھٹی تھی کہ چاہو تو خدائی کا دعویٰ کر دو، نبوت کا دعویٰ کر دو، رسالت کا اعلان کر دو، کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ کوئی پکڑنے والا نہیں، کسی دارو گیر کا کوئی اندیشہ نہیں۔ اُسی زمانے میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک ''دعوتی'' خط امیر کابل کو بھی لکھا تھا کہ وہ اُس کی نبوت کو تسلیم کر لیں۔ جب وہ خط امیر کابل کے پاس پہنچا تو انہوں نے خط پر دو لفظ لکھ کر واپس کر دیا کہ ''ایں جا بیا'' یعنی ذرا یہاں آ کر دعویٰ نبوت کرو، تاکہ تمہیں پتہ چلے کہ کس بھاؤ بکتی ہے۔ وہ تو اہلیانِ پاکستان پر اللہ کا بڑا کرم ہوا کہ 1974ء میں ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں مرزا غلام احمد اور اس کی جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا تاریخ ساز فیصلہ ہوا۔ اور بعد میں ضیاء الحق نے امتناع قادنیت آرڈیننس جاری کیا تو اس فتنے کو دوبارہ یورپ کے ممالک جرمنی اور انگلستان نے پورا پورا تحفظ عطا کیا اور آج قادیانیت کا مرکز انگلستان ہی میں قائم ہے۔ پاکستان میں جب کبھی بھی شاتمانِ رسول کو گرفتار کیا گیا اور عدالتوں نے انھیں سزائیں بھی دیں تو گوری چمڑی والوں نے اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے مجرموں کو نہ صرف چھڑایا بلکہ انھیں اپنے ملکوں میں بھی پناہ دی۔ بلکہ یہ انگریز کی پرانی روایت ہے اور اُسی روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے ملکہ برطانیہ نے ملعون سلمان رشدی کو نہ صرف پناہ دی بلکہ ''سر'' کے خطاب سے بھی نوازا ہے۔ مغرب کی اس اسلام دشمن روایت کے بعد بھی اگر کوئی تہذیبی کشمکش کی حقیقت سے انکار کرے تو اُسے ''عقل کا اندھا'' ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ پورا مغرب امریکہ کی زیر نگرانی، ایک منظم سازش کے تحت مسلمانوں کا رشتہ نبی اکرم ﷺ سے توڑنا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ عرصہ قبل مغربی ممالک کے پرنٹ میڈیا میں پیغمبر اسلام کے توہین آمیز خاکوں کو شائع کیا گیا جس کے پس پردہ بھی یہی ناپاک جذبہ کارفرما تھا کہ مسلمانوں کے دلوں میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو عظمت اور توقیر پائی جاتی ہے اُس پر ضرب لگائی جائے اور نبی کائنات کا تعلق ان کے امتیوں سے کمزور کیا جائے۔ بقول اقبالؒ۔

یہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو!

مغرب کے اسلام سے تعصب کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ یورپ کے کئی ممالک میں گستاخانِ اسلام اور گستاخانِ رسول کے لیے کوئی قانون اور سزا نہیں بلکہ ان کے لیے ان کے دروازے ہر وقت کھلے ہیں جبکہ دوسری جانب یہودیوں پر ہونے والے مظالم کے واقعے ''ہولوکاسٹ'' (Holocast) کے منکرین کے لیے قید کی سزا کا باقاعدہ قانون موجود ہے مگر جب پاکستان میں توہین رسالت کے مرتکب بدبخت مجرم کے لیے آئین کی دفعہ 295-C کے تحت سزائے موت کا قانون لاگو کیا گیا تو امریکہ اور یورپ کے ایوانوں میں صف ماتم بچھ گئی اور ہر دور میں انہوں نے اسی قانون کی تنسیخ کے لیے پاکستانی حکمرانوں پر دباؤ ڈالا ہے۔ مگر ابھی تک اس قانون کے خاتمے کی نوبت نہیں آ سکی۔ امریکہ اور اس کا حلیف پورا یورپ ''عمدہ جمہوری روایات'' کا ''علمبردار'' ہونے کا دعویدار ہے مگر دوسری جانب وہ دنیا کے 150 کروڑ مسلمان آبادی کے دلوں پر چھریاں چلانے کے کسی موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا اور عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے کی تاک میں بیٹھا رہتا ہے۔ حالانکہ آپ کی عظمت کی حفاظت اور نگہبانی ہر مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے۔ برصغیر میں پھیلنے والے فتنے ''قادیانیت'' کے خلاف پاکستان میں بننے والا قانون اچھا فیصلہ تھا مگر حقیقت یہ ادھورا فیصلہ ہے۔ اس لیے اس فیصلے سے ''قادیانیت'' کے فتنے کو کوئی گزند نہیں پہنچا۔ یہ فتنہ جوں کا توں پنپ رہا ہے اور اپنے سرطان کی جڑیں ہمارے معاشرے میں پھیلا رہا ہے۔ اندرون ملک اس فتنے کا قلع قمع اگر ہو سکتا ہے تو صرف اور صرف مرتد کی سزا قتل نافذ کرنے سے ہو سکتا ہے۔ دوسری جانب عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہونے والی بین الاقوامی سازشوں اور یورپ کے اسلام مخالف رویے کا علاج وہ ہے جس کو قرآن نے تکمیل رسالت قرار دیا ہے یعنی ''اللہ نے بھیجا حضرت محمدؐ کو غلبہ دین کے لیے''، اور ''بھیجا پوری نوع انسانی کے لیے۔'' اب ان دونوں باتوں کو جوڑیے۔ صغریٰ کبریٰ ملایئے تو بعثت محمدی کا مقصد یعنی تکمیل رسالت کا آخری مرحلہ وہ ہوگا کہ جب کل نوع انسانی پر اللہ کا دین غالب ہو جائے گا۔ علامہ اقبال نے ''جواب شکوہ'' میں بڑی پیاری بات کہی ہے۔

وقت فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے!
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے!

موجودہ حالات میں اسلام اور مسلمانوں کے جو حالات ہیں، ان سے بعض اوقات بڑی مایوسی ہوتی ہے اور کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ۔

سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے
کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے

اس ''ناامیدی'' کے چکر سے نکلنے اور ''دامانِ خیالِ یار'' کو مضبوطی سے تھامنے کے لیے مسلمانوں کو قرآن اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حرزِ جان بنانا چاہیے کیونکہ ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ اللہ کے دین کے غلبے اور اس کی اقامت کے لیے کمر کس لے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت و حمایت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاداری کے ساتھ مشروط ہے یعنی

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

چنانچہ جس مسلمان کو نبی کریمؐ سے وفا کا دعویٰ ہے وہ اللہ کے دین کی اقامت اور نبی کائنات کی عظمت کے لیے اُٹھ کھڑا ہو۔ ہم نے پاکستان بھی اس لیے قائم کیا تھا کہ ہم پاکستان کو اسلام کے اصول حریت، اخوت و مساوات کا نمونہ بنا سکیں۔ (شائع شدہ روزنامہ نوائے وقت)

اسی باعث تو قتل عاشقاں سے منع کرتے تھے!

محمد سمیع

آج کل محترم صدر مملکت خاصے پریشان ہیں۔ان پر یہ شعر صدفی صد منطبق ہوتا ہے کہ ۔

اسی باعث تو قتل عاشقاں سے منع کرتے تھے
اکیلے پھر رہے ہو یوسف بے کارواں ہو کر

اخباری رپورٹوں کے مطابق انھوں نے اپنی اتحادی جماعت کے ارکان اسمبلی سے شکوہ کیا ہے کہ انھوں نے اس مشکل موقع پر انھیں تنہا چھوڑ دیا ہے۔صدر محترم کو اپنا شکوہ اپنی اتحادی جماعت کے ارکان اسمبلی تک ہی محدود نہیں رکھنا چاہیے تھا بلکہ انھیں پوری قوم سے شکوہ کرنا چاہیے تھا، کیونکہ آج وہ پوری قوم میں یکا و تنہا نظر آتے ہیں۔ان کی تقریباً آٹھ سالہ اندازِ حکمرانی نے انھیں ایسے مقام پر لا کھڑا کیا ہے کہ قوم سے ان کا شکوہ، شکوہ بے جا ہی کہلائے گا۔

جنرل مشرف نے اپنے آپ کو ایک جمہوری حکومت کا تختہ الٹنے کے بعد قوم پر مسلط کیا۔اس جمہوری حکومت کا قصور یہ تھا کہ اس نے اپنا حق حکمرانی استعمال کرتے ہوئے انھیں بری فوج کے کمانڈر انچیف کے عہدے سے معزول کر دیا تھا۔حالانکہ بحیثیت کمانڈر انچیف انھوں نے قوم سے جو حلف اٹھایا تھا، اس کا تقاضا تھا کہ وہ حکومت کے اس فیصلے کو تسلیم کرتے۔یہی وجہ ہے کہ قوم نے آج تک ان کی حکومت کی قانونی حیثیت کو تسلیم نہیں کیا۔انھوں نے برسر اقتدار آنے کے فوراً بعد قوم کے سامنے اصلاحات کا ایک سات نکاتی ایجنڈا پیش کیا تھا لیکن آج تک اس ایجنڈے پر عمل درآمد نہیں ہوا، بلکہ ایسا لگتا ہے کہ وہ اپنے سات نکاتی اس [illegible] کو فراموش کر چکے ہیں جبھی اس بارے میں وہ کبھی [illegible] کوشش تک نہیں کرتے، ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اپنے اس ایجنڈے پر عمل درآمد کے نتیجے میں ہونے والی کامیابیوں کا بلند بانگ دعویٰ نہ کرتے۔

نائن الیون کے خود ساختہ ڈرامہ کے بعد جب امریکی حکومت کی طرف سے ٹیلیفون پر دھمکی موصول ہوئی تو انھوں نے قوم سے کوئی مشاورت کئے بغیر ان کے تمام مطالبات مان لئے۔امریکی حکومت اس پر سخت حیران ہوئی، کیونکہ اسے اس کی توقع نہیں تھی کہ صدر پاکستان فوراً ہی سارے مطالبات مان لیں گے۔نام نہاد دہشت گردی کے خلاف عالمی اتحاد میں شمولیت کے نتیجے میں قوم کی سالمیت، وقار اور استحکام کو جو نقصان پہنچا سو پہنچا، خود ان کے اس ضمن میں کئے گئے اقدامات پر امریکہ اور یورپ کی حکومتیں مطمئن نہیں اور وہ 'Do more' کا آئے روز تقاضا کرتی رہتی ہیں۔سچی بات یہ ہے کہ جو قوم کے ساتھ وفاداری کا مظاہرہ نہ کرے دوسرے اس کی وفاداری پر کس طرح مطمئن ہو سکتے ہیں۔اس اتحاد میں شمولیت کے نتیجے میں برادر ملک افغانستان کی پہلی پاکستان کی حامی حکومت اور ابھرتی ہوئی اسلامی ریاست کا خاتمہ ہوا۔یہ موجودہ حکومت کا عظیم ترین ظلم ہے، کیونکہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی ریاست کے سربراہ پر سب سے بڑھ کر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی مملکت میں اسلامی نظام (یعنی خلافت) قائم کریں۔صدر اپنا فریضہ کیا ادا کرتے، وہ ایک اسلامی ریاست کے خاتمے میں غیر مسلموں سے تعاون کے ظلم عظیم کے مرتکب ہوئے۔جس کے نتیجے میں ہزاروں افغان مرد، خواتین اور بچے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور ہم نے امریکی ایماء پر سینکڑوں مجاہدین کو پکڑ پکڑ کر یا تو امریکہ کے حوالے کیا یا پھر ان کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے۔مزید برآں آج ہماری عدالتیں ان مقدمات کی سماعت میں مصروف ہیں جن میں حکومت پر شہریوں کو پکڑ کر غائب کرنے کا الزام لگایا گیا ہے۔

محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان جس نے پاکستان کے ازلی دشمن بھارت کے مقابلے میں اپنی انتھک کوششوں کے نتیجے میں ملک کو ایٹمی طاقت کی حیثیت دے کر بیرونی جارحیت سے محفوظ کیا، ہماری حکومت نے امریکہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ان پر جھوٹے سچے الزامات لگا کر انھیں مستقل "قید" کر رکھا ہے۔حکومت کے اس اقدام نے عوام اور اس کے درمیان خلیج حائل کرنے میں فیصلہ کن کردار ادا کیا ہے۔

2002ء کے عام انتخابات کے موقع پر گریجویٹ کی شرط عائد کر کے ملک کے سینئر اور تجربہ کار سیاستدانوں کو سیاست سے خارج کیا گیا اور پھر اپنے ہی قائم کردہ گریجویٹ اسمبلی کے ارکان کو غیر مہذب قرار دیا گیا اور آج تک اس سے خطاب کرنا بھی گوارہ نہیں کیا گیا۔اپوزیشن نے اس شرط پر انھیں رعایت دی کہ وہ وردی اتار دیں گے مگر وہ قوم کے سامنے وعدہ کر کے اپنے وعدہ سے مکر گئے، جبکہ قوم کی عظیم اکثریت وردی کی مخالف ہے۔بین الاقوامی سطح پر بھی انھیں اس بارے میں مخالفت کا سامنا ہے۔لیکن وہ ہیں کہ بضد ہیں کہ وہ وردی نہیں اتاریں گے۔

عوام سے اپنی دوری کے تابوت پر آخری کیل انھوں نے اس وقت ٹھونکی جب چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کو پہلے غیر فعال قرار دیا، پھر انھیں جبری رخصت پر بھیجا اور آخر کار ان کے خلاف ریفرنس دائر کر دیا۔اس کے نتیجے میں ان کی حکومت کی مخالفت کا جو طوفان برپا ہے غالباً اس سے تنگ آ کر انھوں نے اپنی اتحادی جماعت سے شکوہ کیا ہے۔حالانکہ یہ سارا کچھ ان کا اپنا کیا دھرا ہے۔ ۔

اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ نیست

صدر محترم کو اب یہ محسوس کر لینا چاہیے کہ بہت ہو چکا ہے۔اب وہ قوم کے مطالبات پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے تمام سیاسی جماعتوں کی رضامندی سے قومی حکومت تشکیل دیں، جو غیر جانبدار الیکشن کمیشن قائم کرے اور یہ کمیشن ملک میں عام انتخابات کا انعقاد کرے۔وہ خود فوج سے استعفیٰ دے کر اپنی بقیہ زندگی گالف کھیلنے میں گزاریں۔انھیں خانہ کعبہ کے دروازے کو اپنے لئے کئی بار کھولے جانے اور اس کی چھت پر نعرۂ تکبیر بلند کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہے اور خیر سے وہ سید بھی ہیں۔یہود بھی اپنے وقت میں خیرامت کا اعزاز رکھتے تھے اور اللہ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! اپنے اوپر ہونے والی ہماری نوازشوں کو یاد کرو اور یہ کہ ہم نے تمھیں تمام جہاں والوں پر فضیلت بخشی تھی۔لیکن بعد ازاں اپنی اسی پسندیدہ امت سے اللہ تعالیٰ نے سورۂ جمعہ میں فرمایا کہ اس قوم کی مثال جس پر ہم نے تورات کا بوجھ ڈالا تھا لیکن وہ اس بوجھ کو سہار نہ سکے اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابوں کا بوجھ لاد دیا گیا ہے اور یہ کہ کیسی بُری مثال ہے اس قوم کی جس نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت سے نہیں نوازا کرتا۔صدر صاحب بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے کی جانے والی ان نوازشات کو یاد کریں اور اپنی گستاخیوں پر غور کریں۔انھوں نے شعائر اللہ کا مذاق اڑایا۔داڑھی اور پردے کو دقیانوسیت قرار دیا۔معاشرے میں عریانی اور فحاشی کو عام کیا۔اس کے نتیجے میں اب جب انھیں اپنی زندگی کے اس کٹھن ترین دور کا سامنا ہے تو بجائے کسی سے شکوہ کرنے کے اللہ کے حضور خلوص دل سے توبہ کریں کیونکہ سید السادات اور سید الانبیا والمرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق گناہوں سے تائب ہونے والا ایسا ہے جیسے اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہ ہو۔

؏ ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں

پاکستان کے لئے امریکی منصوبہ اور میثاق وفاداری

محبوب الحق عاجز

گزشتہ دنوں تین امریکی عہدیدار پاکستان آئے۔ اِن میں سے ایک امریکی معاون وزیر خارجہ برائے جنوب مشرقی وسطی ایشیا رچرڈ باوچر ہیں۔ دوسرے امریکی نائب وزیر خارجہ جان ڈی نیگروپونٹے ہیں، جو امریکی نیشنل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر بھی رہے ہیں، اور اپنے انٹیلی جنس تجربے کے پس منظر میں حکومتیں بنانے اور گرانے کی شہرت رکھتے ہیں، اور تیسرے وسطی امریکی کمان کے چیف ایڈمرل ولیم جے فالن ہیں۔ اِن عہدیداروں کی یکے بعد دیگرے پاکستان آمد محض اتفاق نہیں ہے، جیسا کہ امریکی دفتر خارجہ کے ترجمان سین کورمیک نے واشنگٹن میں باور کرانے کی کوشش کی، بلکہ ایک طے شدہ پلاننگ کا حصہ ہے، جو وائیٹ ہاؤس کے شہ دماغوں نے مملکت خداداد کے لئے تیار کی ہے۔

الٰہی! خیر میرے آشیاں کی
زمیں پر ہیں نگاہیں آسماں کی

امریکی 'اکابرین، نے ہمارے حکمرانوں سے ملاقاتیں کیں۔ ہماری انتظامیہ انہیں الیکشن کمیشن بھی لے گئی اور بلوچستان کا دورہ بھی کرایا۔ اِس کے علاوہ رچرڈ باؤچر اسلام آباد میں امریکی سفیر مسٹر پیٹریوڈ کی رہائش گاہ پر بڑی سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں سے بھی ملے۔ اپنی آمد کے حوالے سے انہوں نے جس مرکزی نکتہ پر زور دیا وہ یہ ہے کہ انہوں نے صدر سے اپنی ملاقات میں صاف اور شفاف انتخابات کے انعقاد پر زور دیا ہے، اور یہ کہ امریکہ پاکستان کے عوام سے دوستی کا خواہاں ہے، محض ایک فرد سے نہیں۔ باخبر حلقے اِس بات سے آگاہ ہیں صاف شفاف انتخابات کے انعقاد کی باتیں تو محض سیاسی بیانات اور تکلف محض ہیں، ورنہ اصل کہانی کچھ اور ہے۔ امریکہ کے پیش نظر نہ تو جمہوریت کی بحالی ہے اور نہ اُسے پاکستان کے عوام کے سیاسی، آئینی اور جمہوری حقوق سے کسی قسم کی کوئی دلچسپی ہے بلکہ اُسے غرض اپنے مخصوص مفادات سے ہے۔ یہ درست ہے کہ 'ڈیموکریسی' امریکیوں کے ہاں مذہب کا درجہ رکھتی ہے، اور اِس کا فروغ امریکہ کے بنیادی ایجنڈے کا حصہ ہے، مگر اُن کی نگاہ میں اِس سے کہیں بڑھ کر اہمیت جیو ورلڈ آرڈر یا عالمی شیطانی نظام کی ہے، جس کے غلبے کے لئے وہ سماجی، سیاسی اور عسکری محاذوں پر مصروف عمل ہیں۔ جمہوریت اور انسانی حقوق کے نعرے تو امریکہ تیسری دنیا کے حکمرانوں کو بلیک میل کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ اگر امریکہ کو اتنی ہی دلچسپی جمہوریت سے ہوتی تو وہ اسلامی دنیا میں آمروں اور بادشاہوں کی حمایت نہ کرتا، بلکہ اِن کے مقابلے میں جمہوری تحریکوں کے ساتھ کھڑا ہوتا۔ وہ مصر میں حسنی مبارک کی بجائے اخوان المسلمون کی، الجزائر میں فوج کے مقابلے میں اسلامک سالوشن فرنٹ کی اور فلسطین میں حماس کی حمایت کرتا۔ اسی طرح وہ عرب دنیا میں سیاسی آزادیوں پر زور دیتا۔ مگر ظاہر ہے کہ ایسا کہیں دکھائی نہیں دیتا۔

> **امریکی دشمنی کا شکار قومیں تو اپنی سلامتی کا تحفظ کر لیتی ہیں، مگر امریکی دوستی کا انجام اکثر تباہی ہوتا ہے۔ امریکہ دوستوں کو کبھی معاف نہیں کرتا**

اِن دوروں کا اصل مقصد آئندہ انتخابات کے لئے سیکولر جماعتوں پر مشتمل ایک ایسے سیاسی اتحاد کے قیام کی کوششوں کو آگے بڑھانا تھا، جو جنرل پرویز مشرف کے ساتھ تعاون اور سازگاری کی پالیسی اختیار کر کے اُس ایجنڈے کو آگے بڑھا سکے، جس پر گزشتہ چند سال سے وہ گامزن ہیں۔ بش حکومت بہت عرصے پہلے یہ فیصلہ کر چکی ہے کہ جنرل پرویز مشرف اور پاکستان کی لبرل سیکولر قوتوں کے درمیان ایک سمجھوتے کی غرض سے کی جانے والی کوششوں کو حتمی شکل دی جائے۔ چنانچہ ایک امریکی عہدیدار نے ''دی نیشن'' کو بتایا کہ حالیہ دوروں کا مقصد پاکستان کے آئندہ کے سیاسی ڈھانچے کی تشکیل پر تبادلہ خیال ہے۔ اُس نے مزید کہا کہ بش انتظامیہ کی خواہش ہے کہ اگلا جو بھی سیاسی سیٹ اپ تشکیل پائے اُسے ''انتہا پسند'' عناصر سے پاک رکھا جائے۔

آنے والے الیکشن کے حوالے متحدہ سیکولر محاذ کے قیام کا منصوبہ ایک عرصے سے امریکی ایوانوں میں زیر غور تھا۔ گزشتہ مارچ میں اِس کو حتمی شکل دی جانے والی تھی۔ مگر چیف جسٹس کے خلاف صدارتی ریفرنس نے فضا تبدیل کر دی، اور وقتی طور پر یہ منصوبہ پس منظر میں چلا گیا۔ اب ایک مرتبہ پھر اِس کے خطوط واضح کیے جا رہے ہیں، اور اِس میں رنگ آمیزی کی جا رہی ہے۔ ایک عرصے سے بے نظیر مشرف ڈیل اور ڈھیل کی خبریں اِسی پس منظر میں آ رہی تھیں۔ اِسی غرض سے طالبان' ملا عمر، افغانستان، قبائلی علاقوں، القاعدہ، دینی مدارس، نصابی اصلاحات، انتہا پسندی، اور 'روشن خیالی' کے تعلق سے بی بی کے مخصوص بیانات بھی آ رہے تھے، جن میں مشرف سے بڑھ کر امریکہ کی وفاداری کا رنگ دکھائی دیتا تھا۔ امریکہ کا پلان یہ ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی، مسلم لیگ (ق) اور ایم کیو ایم پر مشتمل سیکولر خیالات کی حامل سیاسی جماعتوں کا اتحاد بنے، جس کا مرکزی تصور اعتدال پسندی اور روشن خیالی (Enlightened Moderation) ہو، اور انتخابات میں اِس اتحاد کو بھاری اکثریت دلائی جائے۔ جنرل (ر) مرزا اسلم بیگ کے بقول ''وردی کے سایے تلے آزادانہ و منصفانہ انتخابات کے انعقاد کی تمام تیاریاں مکمل کر لی گئی ہیں، جنہیں بعد میں وائٹ ہاؤس اور یورپی یونین کی جانب سے پاکستان کی تاریخ کے سب سے زیادہ منصفانہ انتخابات کی سند عطا ہو جائے گی، جس سے حکمران پارٹی کو دو تہائی کی واضح اکثریت حاصل ہو گی اور وہ آئین میں مرضی سے ترامیم کر سکے گی۔''

مستقبل کی پرو مشرف گورنمنٹ کا ایک کام تو داخلی سطح پر اُن پالیسیوں کا تسلسل ہو گا جن پر جنرل پرویز مشرف ایک عرصے سے عمل پیرا ہیں۔ یعنی اہل پاکستان کو اسلامی نظریے کی روشنی سے محروم کر دینے کی جدوجہد اور قوم کو اُس 'روشن خیالی' کے گھپ اندھیرے میں دھکیلنا، جس کا سفر ابھی دینی مدارس، تعلیمی نصاب کی اصلاح، میراتھن ریس اور بسنت میلوں سے ہوتا ہوا تحفظ نسواں بل تک پہنچا ہے۔ اور دوسرا کام افغانستان پر امریکی قبضے کے خلاف برپا تحریک مزاحمت کو کچل دینے میں امریکہ سے تعاون بڑھانا، کیونکہ امریکہ تمام تر کوششوں اور حربوں کے باوجود تحریک مزاحمت کو ختم نہیں کر سکا۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر برپا اِس طاغوتی جنگ کو امریکہ بہر صورت جیتنا چاہتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اِس میں کلیدی کردار پاکستان کا ہے، لہٰذا پاکستان کی آئندہ حکومت بھی قبائلی علاقوں میں طالبان کے حامی عناصر کے حوالے سے

'Do more' کی پابندی ہوگی۔

آئندہ کے نظمِ حکومت میں فوجی صدر کی وردی کو بھی شامل کیا گیا ہے، کیونکہ مشرف آج بھی امریکہ کا بہترین آپشن ہیں۔ کنڈولیزا رائس نے خورشید محمود قصوری سے اپنی حالیہ ملاقات میں کہا ہے کہ دہشت گردی کے حوالے سے صدر پرویز مشرف ہمارے بہترین اتحادی ہیں، کیونکہ اُن کی کوششوں سے 2001ء کے بعد پاکستان شدت پسندی کے خاتمے اور اصلاحات کے حوالے سے بہت آگے نکل آیا ہے۔ رچرڈ باؤچر نے بھی اِس لئے وردی سے صرف نظر کیا، اور وردی کے سوال کے جواب میں کہا کہ آزادانہ انتخابات کا انعقاد وردی سے بڑا مسئلہ ہے، اور یہ کہ جنرل صاحب اپنے دوہرے کردار کا فیصلہ خود کریں گے۔ اِسی قسم کا بیان نیگروپونٹے کا تھا۔ اُن کا کہنا تھا کہ میں نے وردی کے مسئلہ پر کوئی بات چیت نہیں کی، یہ جنرل پرویز مشرف کی صوابدید پر ہے کہ وہ کب وردی کے مسئلہ کا فیصلہ کریں گے۔ امریکہ تو آزادانہ اور منصفانہ انتخابات ہوتے دیکھنا چاہتا ہے۔ اِس سے واضح ہے کہ امریکی ٹربل شوٹر رچرڈ باؤچر اور نیگروپونٹے مشرف کے اقتدار کی ڈوبتی ناؤ کو بچانے، اور انہیں سپورٹ کرنے آئے۔

اگرچہ ہماری قومی تاریخ کے ہر دور میں حکمرانوں نے امریکہ پر انحصار کی پالیسی اپنائی، اور امریکی گھڑے کی مچھلی بننا پسند کیا، چنانچہ ہماری پالیسیاں اسلام آباد کی بجائے واشنگٹن کے ایوانوں میں تشکیل پاتی رہیں، مگر نائن الیون کے بعد حکمرانوں نے کامل وفاداری پر مبنی جو روش اختیار کی، اُس کے نتیجے میں ہمارے معاملات میں امریکی مداخلت تشویشناک حد تک بڑھ چکی ہے۔ امریکی برسرِعام ہمارے مستقبل کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ امریکہ کے دوسرے درجے کے سرکاری اہلکار پاکستان میں ایسے آ رہے ہیں، جیسے وہ امریکہ کی ذیلی ریاست ہو، اور ہمارے حکمران وائسرائے! اِس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان اِس وقت اپنی تاریخ کے انتہائی نازک دور سے گزر رہا ہے۔ امریکہ کی بڑھتی ہوئی مداخلت کے سبب ایک طرف ہمیں نظریاتی بحران کا سامنا ہے، اسلام جو تحریک پاکستان کی جڑ اور بنیاد تھی، اُس کی جڑیں کھودی جا رہی ہے اور ریاستی ایوانوں سے اُسے یکسر بے دخل کیا جا رہا ہے۔ دوسری جانب ملک کے وجود کو بھی شدید خطرات لاحق ہیں۔ کسی نے سچ کہا تھا: امریکی دشمنی کا شکار قومیں تو اپنی سلامتی کا تحفظ کر لیتی ہیں، مگر امریکی دوستی کا انجام اکثر تباہی ہوتا ہے۔ امریکہ دوستوں کو کبھی معاف نہیں کرتا۔

ہمارے مستقبل کے حوالے سے امریکی مداخلت کاروں کی پلاننگ اور اِس پر سیاسی جماعتوں کی بے حسی پوری قوم کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ ہم اپنے حکمرانوں پر واضح کر دینا چاہیے ہیں کہ باہر سے تھوپا گیا کوئی سیٹ اپ اور امریکی آقاؤں کی خوشنودی کے لئے تراشا گیا فلسفۂ روشن خیالی قوم ہرگز قبول نہیں کرے گی۔ پاکستان اسلام کے لئے بنا ہے، یہاں اسلام کے علاوہ کوئی اور ازم لانے کی کوشش کی گئی تو اِس کے نتائج انتہائی خوفناک ہوں گے۔ ہم یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ اگرچہ ہمارے حکمرانوں کا امریکہ کے دوسرے تیسرے درجے کے عہدیداروں کے آگے آداب بجالانا، انہیں الیکشن کمیشن کے دورے کرانا، یقیناً قابلِ گرفت ہے، اور پوری قوم اِس پر تنقید بھی کر رہی ہے، مگر اپوزیشن کو بھی اپنے طرزِ عمل پر غور کرنا چاہیے۔ حیف ہے، اُن سیاستدانوں پر جو محض اِس لئے امریکی عہدیداروں سے ملاقاتیں کرتے ہیں کہ جنرل مشرف کے خلاف شکایتیں کریں، اُن سے آزادانہ اور شفاف انتخابات کرانے کی بھیک مانگیں، اپنے داخلی مسائل و معاملات کے حل کے لئے امریکہ سے مدد طلب کریں، وہ امریکہ جس کی دوستی کے تیروں سے ہمارا قومی وجود مجروح ہو رہا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ یہ لوگ امریکی نمائندے پر واضح کرتے کہ پاکستان ایک آزاد اور خودمختار ملک ہے۔ مشرف کی وردی، جمہوریت کی بحالی اور عدلیہ کی آزادہ وغیرہ، ہمارے داخلی معاملات ہیں، جن میں امریکہ کو مداخلت کا کوئی حق نہیں ہے۔ ہم انہیں خود حل کریں گے۔ لیکن اپوزیشن نے بھی اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ اگر ہمارے قومی وقار کا دھیلا ہوتا ہو تو ہوتا رہے، ہمارے فیصلے امریکہ میں ہوتے ہیں، تو کوئی بات نہیں، اصل چیز پارٹی اور ذاتی مفاد ہے۔

اے آر ڈی کی دو بڑی جماعتوں نے کچھ عرصہ پہلے میثاقِ جمہوریت پر دستخط کئے، مگر اپوزیشن جماعتوں کو چاہیے کہ میثاقِ جمہوریت سے آگے کی سوچیں۔ فوجی مداخلت سے آزاد سول حکومت کے لئے میثاق یقیناً اچھا قدم ہے۔ اِس سے کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا کہ افواجِ پاکستان صرف سرحدوں کا دفاع کریں۔ یہ خیال بھی قابلِ ستائش ہے کہ جرنیلوں کو سیاسی مہم جوئی کا راستہ نہ دیا جائے، اور اقتدار کے لالچ میں انہیں جی آیاں نوں نہ کہا جائے، مگر امریکی مداخلت اور تسلط سے ملک کو حقیقی آزادی دلانے کے بارے میں کیا خیال ہے۔ کیا یہ ضروری نہیں ہم اپنے معاملات اور مسائل کے حل کے فارمولے خود طے کریں۔ ہمارے عزل اور نصب کے فیصلے واشنگٹن کی بجائے اسلام آباد میں ہوں۔ حکومتوں کا بننا اور جانا یہیں طے پائے۔ سیاستدان اِس امر سے بے خبر نہیں کہ خطرناک اندھیاں وطن کا رُخ کر رہی ہیں۔ پاک دھرتی طوفانوں کی زد میں ہے۔ امریکی سامراج منظم منصوبہ بندی اور ناپاک عزائم کے ساتھ دھیرے دھیرے پاکستان کی جانب اپنے قدم بڑھا رہا ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ ہماری سیاسی جماعتیں (آئندہ ہونے والی اے پی سی میں) ایک ''میثاقِ وفاداری'' پر دستخط کریں کہ حالات خواہ کچھ بھی ہوں، ہم اقتدار کے لئے امریکہ سے سودا بازی نہیں کریں گے، پاکستان کے داخلی مسائل کے حل میں امریکہ کو ملوث نہیں ہونے دیں گے اور یہ کہ اُس نظریۂ اسلام کے ساتھ بہرصورت وفاداری کریں گے جس کی خاطر ہم نے ایک الگ خطۂ زمین حاصل کیا تھا۔

پریس ریلیز

22 جون 2007ء

رشدی کو ''سر'' کا خطاب دینے پر مسلمانوں کی طرف سے شدید نفرت کا اظہار قدرتی امر ہے

ڈاکٹر اسرار احمد

بانیٔ تنظیمِ اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، ماڈل ٹاؤن میں نمازِ جمعہ کے حاضرین سے خطاب کے دوران ملک میں جاری وکلاء کی تحریک کو ایک نہایت خوش آئند واقعہ قرار دیا اور کہا کہ اس سے ثابت ہو گیا ہے کہ قوم میں زندگی کی رمق ابھی باقی ہے، جبکہ اس کے برعکس حکومت اور سیاستدانوں کا کردار انتہائی مفاد پرستانہ اور اکثر منافقانہ ثابت ہوا ہے، خصوصاً بینظیر صاحبہ نے تو اپنی ذاتی اور سیاسی حیثیت بالکل ختم کر لی ہے۔

رشدی کو ''سر'' کا خطاب دینے پر مسلمانوں کی طرف سے جس غم و غصہ اور نفرت کا اظہار کیا جا رہا ہے یہ بالکل ایک قدرتی امر ہے۔ تاہم ڈاکٹر صاحب نے توجہ دلائی کہ آخر کیا وجہ ہے کہ ہم اپنے ملک میں اسلام کے عادلانہ نظام کے قیام کی جدوجہد نہیں کرتے اور ہر معاملہ میں مغرب کی پیروی کرتے ہیں۔

ملعون رشدی سے ''سر'' کا خطاب واپس لیا جائے!

آزادی اظہار کی آڑ میں محترم شخصیات کا استہزا، کھلی جارحیت اور بدترین دہشت گردی ہے۔ تجمل میر

امریکہ و یورپ کی کارستانیوں کا دندان شکن جواب اسلامی نظام کا نفاذ ہے۔ ایوب بیگ مرزا

مسلمانوں کے دل سے دینی غیرت اور نبی اکرم ﷺ کی محبت ختم کرنے کی سازش کی جارہی ہے۔ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

ملعون سلمان رشدی کو سر کا خطاب دینے کے خلاف تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کے زیر اہتمام احتجاجی مظاہرہ کی روداد

حکومت برطانیہ نے حال ہی میں ملعون سلمان رشدی کو اس کی نام نہاد ادبی خدمات پر سر کا خطاب دیا ہے، جس پر مسلمانوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی ہے۔ دنیا میں مسلمانوں کا ہر طبقہ اس پر سراپا احتجاج ہے۔ تنظیم اسلامی حلقہ لاہور نے 23 جون بروز ہفتہ اس حوالے سے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ ذیل میں مظاہرے کی روداد پیش کی جارہی ہے۔ (ادارہ)

رفقاء نے عصر کی نماز پریس کلب شملہ پہاڑی کی مسجد میں ادا کی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد رفقاء پریس کلب کے باہر سڑک پر دو رویہ قطار میں کھڑے ہوگئے۔ ان کے ہاتھوں میں بینرز اور ٹی بورڈز تھے جن کی عبارتیں ان کے ایمانی جذبات کی عکاسی کر رہی تھیں۔ بینرز کی عبارتیں یہ تھیں: مسلمان ممالک برطانیہ کے ساتھ سفارتی تعلقات منقطع کریں۔ تہذیب و رواداری کے یہ علمبردار، دیتے ہیں رشدی کو سر کا خطاب۔ برطانیہ کے خبثِ باطن کا اظہار، ملعون رشدی کو سر کا خطاب۔ آقا ہم شرمندہ ہیں، مرتد رشدی زندہ ہے۔ جبکہ ٹی بورڈز ان عبارتوں سے مزین تھے: پاکستان ملاعمر کو ہلال جرأت کا اعزاز دے۔ شاتم رسول ﷺ واجب القتل ہے۔ تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے، ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات۔ ملعون رشدی کو سر کا خطاب دینا امت مسلمہ کے انتشار کا نتیجہ ہے۔

مظاہرے کی ابتدا میں امیر حلقہ نے رفقاء کو ہدایات دیں۔ انہوں نے کہا کہ رفقاء درود شریف کا ورد زبان اور دل میں جاری رکھیں۔ قاری احمد ہاشمی نے سورۃ انشراح اور سورۃ الضحیٰ کی تلاوت کی اور ترجمہ پیش کیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ کی مدح میں کلام اقبال ''لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب'' خوبصورت انداز میں سید کلیم شاہ نے پیش کیا۔ پھر جناب تجمل حسن میر نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ اور یورپ پچھلے کئی سالوں سے امت مسلمہ کے جذبات سے مسلسل کھیل رہے ہیں۔ پہلے گوانتاناموبے کی جیل میں قرآن مجید کی توہین کے واقعات سامنے آئے۔ پھر سکینڈے نیوین ملکوں میں آنحضورؐ کے خاکے کا مسئلہ سامنے آیا اور اب ملعون رشدی کو اس کی نام نہاد ادبی خدمات کے حوالے سے برطانیہ نے سر کا خطاب دیا ہے۔ یہ وہ ممالک ہیں جو اپنی مثالی تہذیب پر فخر کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان ترقی یافتہ ملکوں کا فکری تضاد ملاحظہ کیجئے کہ یہودیوں کے جرمنوں کے ہاتھوں ہلاکتوں کے جھوٹے افسانے جسے، ہالوکاسٹ کا

مرتب: محمد یونس

نام دیا جاتا ہے، کے خلاف کوئی بات کہنے پر 20 سال تک سزا دی جاتی ہے۔ لیکن مسلمانوں کے مذہبی جذبات، ان کی الہامی کتاب قرآن اور پیغمبر اسلام پر تنقید کی کھلی اجازت ہے اور اس پر کوئی سزا نہیں۔ آزادی اظہار کی آڑ میں جب دوسروں کے مقدس تصورات و نظریات اور رہنما شخصیات کا استہزا کیا جائے تو یہ آزادی اظہار نہیں بلکہ کھلم کھلا جارحیت کا ارتکاب ہوتا ہے۔ دوسروں کے جذبات سے کھیلنا دہشت گردی کا ارتکاب ہے۔

اس کے بعد تنظیم اسلامی کے مرکزی ناظم نشرواشاعت جناب ایوب بیگ مرزا نے گفتگو کی۔ وہ کہہ رہے تھے، غور کرنا چاہئے کہ آخر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں کسی بھی مسلمان ملک میں اسلامی نظام اپنی اصل شکل میں نافذ العمل نہیں ہے، جس کی وجہ سے پوری دنیا کے مسلمان بحیثیت مجموعی خوف کی حالت میں ہیں۔ امریکہ و یورپ کے عیسائیوں کی ان کارستانیوں کا ایک ہی دندان شکن جواب ہے اور وہ یہ کہ اس ملک خداداد پاکستان میں اسلام کا نظام حیات روبہ عمل لایا جائے، جس کے بعد مسلمان ایک طاقت بن کر ابھریں گے جن کے ساتھ اللہ کی مدد شامل حال ہوگی اور پھر کوئی دشمن بھی پیغمبر اسلام اور قرآن مجید کی توہین کی جرات نہیں کر سکے گا۔

امیر حلقہ لاہور ڈاکٹر غلام مرتضیٰ نے کہا کہ امریکہ اور مغرب ایک سوچے سمجھے منصوبے کے ساتھ ایک مربوط ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر سے ان کی دینی حمیت اور غیرت کو ختم کر دیا جائے۔ اس کام کے لئے وہ ایسے لوگوں کو جو پیغمبر اسلام اور اسلامی شعائر کا مذاق اڑاتے ہیں، اپنے سر پر بٹھاتے ہیں۔ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے اس کی تشہیر کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مغربی ممالک ہمیں انتہا پسند، بنیاد پرست اور دہشت گرد کہتے ہیں۔ ہمیں بے لچک، اجڈ، جاہل اور گنوار سمجھا جاتا ہے، حالانکہ جتنے شائستہ اور مہذب مسلمان ہیں، دنیا کی کوئی اور قوم ہو ہی نہیں سکتی۔ کوئی بھی مسلمان کسی بھی مذہب کے بارے میں ایسی گھٹیا سوچ کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے 57 مسلمان ممالک میں سے کسی بھی مسلمان ملک کے سربراہ کی طرف سے کوئی مذمتی بیان ابھی تک دیکھنے کو نہیں ملا۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ اس روشن خیال حکومت کے وزیر اعظم اور پنجاب اسمبلی کے اسپیکر کی طرف سے مذمت سامنے آئی۔ آخر میں ڈاکٹر عارف رشید صاحب نے دعا کرائی، جس کے بعد رفقاء پُرامن طور پر منتشر ہوگئے۔

ترکی میں اسلام اور سیکولرازم کی دستوری کشمکش

سید قاسم محمود

1961ء میں ترکی کے دستور میں جو ترمیمات ہوئی تھیں، اب تک اُنہی پر عمل ہو رہا تھا۔ اس ترمیم شدہ دستور نے 1920ء کے دستور کے سیکولر کردار کو محفوظ رکھا تھا۔ اس دستور کے مطابق مندرجہ ذیل قوانین و دفعات کو نہ عدالتِ عالیہ میں چیلنج کیا جا سکتا تھا اور نہ اس میں کسی قسم کی ترمیم یا حذف و اضافہ ممکن تھا:

1۔ وحدتِ تعلیم سے متعلق قانون
2۔ مغربی ہیٹ سے متعلق قانون
3۔ خانقاہوں اور زاویوں سے متعلق قانون
4۔ سول میرج پر مشتمل سول قانون
5۔ بین الاقوامی اعداد کو اختیار کرنے سے متعلق قانون
6۔ لاطینی رسم الخط اختیار کرنے سے متعلق قانون
7۔ آفندی، بے پاشا اور دوسرے خطابات کے استعمال کی ممانعت کا قانون
8۔ متعین لباسوں کے استعمال پر پابندی سے متعلق قانون

اِس دستور میں ملک کے سیکولر کردار سے متعلق تمام قوانین کا اندراج کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ تنسیخِ خلافت کی دفعہ بھی غیر ضروری ہوگئی، کیونکہ دستور بنانے والوں کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ آ سکتی تھی کہ کبھی خلافت کا احیاء ہو سکے گا۔ نظامتِ مذہبی اُمور کی جگہ اب نظامتِ رسوم (Cults) نے لے لی تھی، جس میں شیعہ وسنّی کردار کی کوئی صراحت نہ تھی۔ یہاں اِس امر کا تذکرہ نامناسب نہ ہوگا کہ دستور کی بعض دفعات پہلے ہی منسوخ ہوگئی تھیں۔ مثال کے طور پر اذان ترکی زبان میں دینے اور مزارات پر حاضری کی ممانعت کی تنسیخ پہلے ہی عمل میں آ چکی تھی۔ ان تین دہائیوں میں مذہبی آزادی اور عبادات و عقائد کی انجام دہی کی سرکاری اجازت کو بعض ماہرین سیاست نے مستحکم و منضبط جمہوریت کے قابلِ تعریف پہلو سے تعبیر کیا اور پانچ سو میٹر کے دائرے پر مشتمل ''صرف ایک مسجد ایک میونسپل ایریا میں'' 1930ء کی سرکاری و رسمی اجازت کی جگہ، اب وسیع پیمانے پر مساجد کی تعمیر و آبادکاری کو فراخ دلانہ اقدام اور سیکولر جمہوریہ کا مثبت اور تعمیری قدم قرار دیا، حالانکہ یہ سیاسی تجزیہ بالکل غیر متوازن تھا۔ حقیقت میں یہ ترک قوم کی اسلام کی طرف واپسی کی دلیل تھی اور مفاد پرست اور طالع آزما حکومت نے عوامی مطالبے اور دباؤ سے مجبور ہو کر مذہبی آزادی کے خلاف عصبیت اور تشدد میں قدرے کمی کی تھی۔

1961ء کے دستور کی دفعہ کے مطابق سیکولرازم ریاست کا بنیادی اُصول ہے۔ اس دفعہ کا ترجمہ یہ ہے:

''کوئی فرد ریاست کے سماجی، معاشی، سیاسی یا قانونی نظام میں ترمیم وتبدیلی کی خاطر مذہب کا استحصال نہیں کر سکتا، تاکہ مذہبی اصولوں کو فروغ دے سکے، اور نہ وہ اپنے ذاتی یا سیاسی مفادات کی تحصیل کے لیے مذہب کا سہارا لے سکتا ہے۔''

> دستور کی دفعات اور پارلیمنٹ کے ضوابط کی وجہ سے ترکی کے اسلام پسند حلقے کھل کر سیکولرازم کی مخالفت کر سکتے ہیں، نہ مذہب کی علانیہ اشاعت و ترویج کا کام کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے ترکی میں احیائے اسلام کی سرگرمیاں سیاسی راہ سے، تدریج کے ساتھ اور قواعد وضوابط اور دستوری دفعات کے دائرے میں رہتے ہوئے انجام پاتی ہیں

دلچسپ بات یہ ہے کہ اسی دفعہ کے تحت مذہبی حقوق کی ضمانت بھی تمام شہریوں کو فراہم کی گئی ہے۔ دفعہ 12 مذہبی مساوات کی تلقین کرتی ہے۔ دفعہ 57 کی عبارت کے مطابق تمام سیاسی جماعتوں سے مطلوب ہے کہ وہ سیکولرازم کے اصولوں سے ہم آہنگ رہیں۔ دفعہ 21 کا اصرار ہے کہ مذہبی تعلیم کو جدید سائنس سے مطابقت رکھتے ہوئے جاری رہنا چاہیے۔ ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 163 کے تحت اِن تمام دفعات کا نفاذ ناگزیر ہے۔ اسی ضابطے کی دو مزید دفعات 241 اور 242 کے مطابق مذہب کا سیاسی استعمال فوجداری جُرم اور واجب التعزیر ہے۔ دفعہ 241 مذہبی رہنماؤں اور علماء پر یہ پابندی عائد کرتی ہے کہ وہ ریاست کے سیکولر قوانین اور لادینیت کے خلاف کوئی بات نہ کریں۔ دفعہ 242 کا اعلان ہے کہ حکومت کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک چلانے یا بغاوت کرنے کے لیے سرکاری مذہبی منصب یا خطاب کا استعمال سخت سزاؤں کا موجب ہے۔ دستور کی ایک اور دفعہ، جو تنظیمیں اور انجمنیں تشکیل دینے سے متعلق ہے، اُن جماعتوں اور انجمنوں کو خلافِ قانون قرار دیتی ہے جو مذہبی بنیاد پر تشکیل پائیں۔ دفعہ 163 اُن افراد اور گروہوں کو بھی قابلِ سزا قرار دیتی ہے جو سیکولرازم کے اصولوں کو خطرے میں ڈالیں۔ اسی طرح سیاسی جماعتوں کی تشکیل سے متعلق ایکٹ بھی مذہب کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرنے پر بندش لگاتا ہے۔

دستور کی دفعات اور پارلیمنٹ کے ضوابط کی وجہ سے ترکی کے اسلام پسند حلقے کھل کر سیکولرازم کی مخالفت کر سکتے ہیں نہ مذہب کی علانیہ اشاعت وترویج کا کام کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے ترکی میں احیائے اسلام کی سرگرمیاں سیاسی راہ سے، تدریج کے ساتھ اور قواعد وضوابط اور دستوری دفعات کے دائرے میں رہتے ہوئے انجام پاتی ہیں۔ ''ملی نظام پارٹی'' کو عدالتی حکم کے تحت اسی وجہ سے غیر قانونی قرار دیا گیا تھا کہ اُس نے اسلام کا نام لے کر ملکی قوانین میں خلل اندازی کی تھی۔ 1980ء میں ''ملی سلامت پارٹی'' کی مخلوط حکومت کے باوجود ضابطۂ فوجداری کی دفعہ 163 کا نفاذ کیا گیا اور دوسری سیاسی جماعتوں سمیت ''ملی سلامت پارٹی'' بھی خلافِ قانون قرار دے دی گئی اور ملک میں فوجی حکومت قائم ہوگئی۔

ترکی میں فوج کی سیکولرازم اور کمالیت سے غیر مشروط وفاداری ہی اسلام پسندی کی راہ میں واحد رکاوٹ نہ تھی، بلکہ ترکی ضابطۂ دیوانی (جو سوئٹزر لینڈ کے ضابطۂ دیوانی پر مبنی ہے) آج بھی پرسنل لاء کی روح ہے اور سماجی وعمرانی تبدیلیوں کی راہ میں مضبوط چٹان کی طرح کھڑا ہے، کیونکہ طبقۂ اشرافیہ جو ذرائع ابلاغ پر حاوی ہے اور جو ضابطۂ دیوانی کے نفاذ کا ذمہ دار ہے، ججوں، وکیلوں، پروفیسروں اور سرکاری افسروں پر مشتمل ہے، اور یہ طبقۂ اشرافیہ سیکولرازم کی آغوش میں پروان چڑھا ہے اور انہی اداروں میں اس کی تعلیم وتربیت ہوئی ہے، پھر اس پر مستزاد یہ کہ ترکی میں بنیادی تبدیلی کے لیے پارلیمانی قانون سازی اور سیاسی جوڑ توڑ کافی نہیں ہے، کیونکہ سماجی سطح پر اشرافیہ کے مفادات اور اُس کی ذہنیت سیکولرازم کو تحفظ فراہم کر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ترکی میں متعدد بار سیکولر نظریات کے دفاع کے نام پر فوجی انقلاب آئے اور

عوام کی جانب سے فوجی انقلاب کی منظم و موثر مزاحمت نہ ہو سکی۔ اس کے علاوہ دو اہم عوامل مزید کارفرما ہیں:

1۔ ترکی میں دینی تعلیم کے اساتذہ، علمائے دین اور محققین علوم اسلامیہ کی سخت کمی ہے۔ مساجد و مدارس میں کام کرنے والے مفتیوں اور علماء کو وہ مقام و مرتبہ حاصل نہیں ہے جس سے وہ کسی تبدیلی کا پیش خیمہ ثابت ہوں۔ وہ نظامتِ مذہبی اُمور سے وابستہ ہوتے ہیں اور تنخواہ دار ملازم ہونے کی وجہ سے ریاست کی مقررہ پالیسی سے باہر قدم نہیں رکھ سکتے۔

2۔ ترکی میں مذہب کو کلیدی و مرکزی مقام حاصل نہیں ہے۔ حکومت سے اختلاف یا بے اطمینانی کے اظہار کے لیے دوسرے پلیٹ فارم اور ادارے موجود ہیں، جبکہ ایران کے حالیہ انقلاب میں اور پاکستان کے قیام و تشکیل میں مذہب ہی کو کلیدی اور مرکزی کردار حاصل رہا ہے۔

معاشی منصوبہ بندی

1946ء میں جب کثیر الجماعتی سیاسی نظام رائج ہوا تو مذہبی عبادات و شعائر کی آزادی نہ دینے کا مسئلہ شدومد سے اُٹھا اور تمام سیاسی جماعتوں نے حکمران جماعت ''ری پبلکن پارٹی'' پر الزام لگایا کہ وہ اسلام کو پابہ سلاسل کرتی جا رہی ہے۔ گزشتہ 27 برسوں سے برسرِاقتدار حکمران جماعت کے مقابلے میں یہ سیاسی جماعتیں اسلام کے سلسلے میں زیادہ مخلص، وفادار اور سنجیدہ نہ تھیں، بلکہ انہوں نے ایک عوامی مطالبے کو اپنے منشور میں شامل کر کے انتخابی سیاست میں فتح مند ہونا چاہا تھا اور اس طرح مذہبی استحصال کر کے اقتدار تک رسائی حاصل کرنا اُن کا نصب العین تھا۔ چنانچہ 1950ء میں پارلیمانی انتخاب ہُوا تو یہ سیاسی پارٹیاں ناکام ہوئیں اور عوامی حمایت و تائید سے محروم ہونے کی وجہ سے صفحۂ سیاست سے مٹ گئیں۔ یہ ناکام پارٹیاں حسب ذیل تھیں:

1۔ قومی ترقی پارٹی
2۔ انصاف پارٹی
3۔ کسان پارٹی
4۔ اسلامی تحفظ پارٹی
5۔ اسلامی اصلاح پارٹی
6۔ کُرد حقوق پارٹی

''ڈیموکریٹک پارٹی''، جس نے حکمران جماعت کو شکست دے کر حکومت تشکیل دی تھی، مذہبی آزادی کی علم بردار ہونے کے ساتھ متعدد بنیادی مسائل میں بھی دلچسپی لے رہی تھی۔ اس پارٹی نے خاص طور پر کسانوں کے مسائل پر بھرپور توجہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس سے پہلے ری پبلکن پارٹی کا رویہ کسانوں اور عوام کے ساتھ بے نیازی کا تھا۔ مصنف آرنلڈ لیڈر نے اس صورتِ حال کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''تنظیمات کے دور کے بعد مغرب نے طبقہ اشرافیہ کی زندگی، سماجی تعلقات و روابط پر قابلِ لحاظ اثرات مرتب کیے، مگر مقامی معززین اور کسانوں کی تہذیب و ثقافت سے مغرب کا کوئی تعامل نہ ہو سکا۔ اگرچہ مذہب کے عوامی اور سرکاری تصورات کے درمیان تہذیبی و ثقافتی تفریق کا ایک اہم عنصر رہا ہے۔ تاہم اسلام کی عوامی مقبولیت نے بھی دونوں کے درمیان رشتہ و ارتباط قائم کیا ہے۔ یہ ارتباط اُس وقت ختم ہو گیا جب سیکولر رجحان سے غیر مطمئن مذہبی مقتدرین نے مرکز پر سخت تنقیدیں کیں اور عوام کی روایتی تہذیب کے احیاء و تجدید کی تائید کی، جن کے غیر متشدد، پُرامن اسلامی عقائد و شعائر کی وہ مخالفت کر چکے تھے۔ مرکز اور نواح کے درمیان اس نئی تہذیبی تفریق و تقسیم نے راسخ العقیدہ اسلام کو نواحی تہذیب کی حمایت میں کھڑا کر دیا۔''

یہی مصنف 1950ء کی سیاست کا تذکرہ کرنے کے بعد آخر میں نتیجہ نکالتا ہے:

''اگرچہ مرکزی سطح پر ڈیموکریٹ پارٹی کے بہت سے رہنما بھی سابقہ پارٹیوں کے لیڈروں کی طرح بیوروکریٹ طبقے ہی کا حصہ سمجھے جاتے تھے، مگر تھوڑے ہی عرصے میں ڈیموکریٹ پارٹی کی شناخت نواحی آبادی کی تہذیب و ثقافت کے ساتھ خاص ہو گئی۔ ترکی سیاست میں ڈیموکریٹ پارٹی کو یہ اولیت حاصل ہے کہ اُس نے دیہات اور نواح کی آبادیوں کو اپنی پارٹی میں شامل کیا۔ اسی وجہ سے دوسری پارٹیوں کے رہنماؤں نے ڈیموکریٹ پارٹی کے ارکان کو اُجڈ اور گنوار کا خطاب دیا۔ ڈیموکریٹ پارٹی کے رہنماؤں نے اسے پارٹی کے عوامی کردار کا ٹھوس ثبوت تصور کیا اور مرکز کے قابلِ نفرت رویے کے برعکس خود کو کسانوں اور دیہاتیوں کے کاز کا علمبردار باور کرانے کے لیے انہوں تمام ممکنہ تدابیر اختیار کیں۔''

اس نئی صورتِ حال میں زرعی پیداوار سے ٹیکس کے خاتمے، زرعی قرضوں کی سہولیات اور زراعت کو فروغ دینے کے لیے سڑکوں کی تعمیر اور ذرائع نقل و حمل کی فراوانی کی تدابیر اختیار کرنے کا اعلان کیا گیا۔ پچھلی حکمران جماعت نے کسانوں اور دیہاتیوں کو دہاڑی دار مزدور سمجھ رکھا تھا اور ترکی میں جدیدیت کی مہم کی کامیابی کے لیے انہیں بطور وسیلہ استعمال کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ قومی ترقی پارٹی کے رہنما اور وزیراعظم عدنان مندریس نے ایک تقریر میں کہا تھا:

''ہم کیا کریں گے...... سڑکیں نہیں ہیں، ہم سڑکیں بنائیں گے۔ ہم پانی اور سڑکیں ہر گاؤں تک لے جائیں گے۔ زمین زرخیز نہیں ہے۔ ہم اسے زرخیز بنائیں گے۔ ہم زمین سے محروم کسانوں کو زمین فراہم کریں گے۔ رہائش کے لیے گھر نہیں ہیں۔ سیمنٹ فیکٹریاں نہیں ہیں۔ خوراک کا بحران ہے۔ ہم شکر کے کارخانے لگائیں گے۔ ہمارے پاس مناسب لباس کے لیے کپڑا نہیں۔ ہم کپڑے کے نئے کارخانے بنائیں گے۔''

(جاری ہے)

بقیہ کالم آف ویک

کھیت کیوں ویران پڑا ہے؟ ہم نہیں پوچھتے کہ ملا محمد عمر کے افغانستان کی حامد کرزئی کا افغانستان بنا کر پاکستان کتنا مضبوط ہوا؟ ہم نہیں پوچھتے کہ ڈیورنڈ لائن پر نوے ہزار فوجی بٹھا کر ہمیں کیا ملا؟ ہم نہیں پوچھتے کہ اپنے ''کروسیڈی اتحادیوں'' کی سازشوں کی بدولت ایٹمی پروگرام کے معمار اور قومی ہیرو ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو بے لباس کر کے ہمارے وقار و اقدار کو کتنی رفعتیں ملیں؟ ہم نہیں پوچھتے گوانتاموکے پنجرے آباد کرنے اور ہر ''پرندے'' کی بھاری قیمت وصول کرنے سے ہماری آبرو میں کتنا اضافہ ہوا؟ ہم نہیں پوچھتے کہ ہماری خدمات کے عوض ملنے والے وہ دس ارب ڈالر کہاں ہیں جن کا دعوٰی امریکی پریس کر رہا ہے؟ ہم نہیں پوچھتے کہ ملا عبدالسلام ضعیف نامی درویش کو دھکے دے کر نکالنے اور امریکیوں کی آغوش میں ڈالنے سے ہمارے نامہ اعمال کے حسن کو کتنی رعنائی ملی؟ ہم نہیں پوچھتے کہ مرتی ہوئی اسمبلیاں نئے صدر کا انتخاب کس طرح کر سکتی ہیں؟ ہم کچھ بھی نہیں پوچھتے...... بس اتنا سوال ہے کہ ہمیں جان کی امان دی جائے، ہمارے بچوں کے پھول جیسے بدن چھلنی نہ کیے جائیں۔ ہماری ماؤں کی گودیں نہ اُجاڑی جائیں، ہماری بیٹیوں کے سروں سے چادریں نہ چھینی جائیں، ہمیں اتنا حقیر و بیگانہ نہ کر دیا جائے کہ سات سمندر پار سے آئے شکاری ہماری بستیوں میں ہمارا شکار کھیلتے پھریں ؎

اے خدا! اب اس زمین کو قہر سے خالی بھی کر
تو نے اس مٹی کو جاں دی ہے تو رکھوالی بھی کر

(بشکریہ روزنامہ ''نوائے وقت'')

ضرورت رشتہ

★ شیخوپورہ میں مقیم متوسط فیملی کی 27 سالہ، ایم اے اسلامیات بیٹی کے لیے مناسب رشتہ مطلوب ہے۔
برائے رابطہ: 0300-4718816

☆ لاہور کی رہائشی 30 سالہ بیٹی (خلع یافتہ) تعلیم ایم اے (ایجوکیشن) کے لیے دیندار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 042-5183123 0300-9462188

دعائے صحت کی اپیل

◎ تنظیم اسلامی ڈیرہ اسماعیل خان کے بزرگ رفیق جناب محمد صادق بھٹی کا حال ہی میں آپریشن ہوا ہے۔

◎ ثاقب رفیع شیخ (امیر سوسائٹی تنظیم) کے ماموں بسم اللہ تقی ہسپتال کے آئی سی یو وارڈ میں داخل ہیں۔

◎ مکتبہ خدام القرآن کے کارکن عابد حسین کے والد علیل ہیں۔

قارئین سے بیماروں کی جلد صحت یابی کے لیے دعا کی درخواست ہے!

مسلمان بہنوں کے نام

ایک امریکی خاتون کا پیغام

جوآنا فرانسس — ترجمہ: سید افتخار احمد

''اسرائیل کے لبنان پر حملے'' اور ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کے دوران ''مسلم دنیا'' ہر امریکی گھر میں زیر بحث موضوع ہے۔ میں نے لبنان میں لاشیں، موت اور تباہی دیکھی ہے۔ اس کے علاوہ میں نے وہاں آپ کو بھی دیکھا۔ اگرچہ میں کوئی مدد نہیں کرسکی لیکن میں نے دیکھا کہ ہر عورت ایک بچہ اٹھائے ہوئے ہے یا اس کے ساتھ چند بچے ہیں۔ میں نے دیکھا، اگرچہ وہ حیادار لباس میں ملبوس ہیں، مگر ان کی خوبصورتی پردے سے جھلکتی نظر آتی ہے۔ لیکن یہ صرف بیرونی خوبصورتی نہیں ہے جس کا مجھے احساس ہوا، بلکہ اس سے میں نے اپنے اندر بھی کچھ عجیب اثر محسوس کیا۔ میں نے حسد محسوس کیا۔ میں ان خوفناک واقعات اور جنگی جرائم سے جو لبنانی لوگوں کی تباہی کا باعث بنے، کانپ گئی۔ یہ تباہی ہمارے مشترکہ دشمن نے مچائی۔

اگرچہ میں آپ کی مدد نہیں کرسکتی مگر تمہاری طاقت، تمہاری خوبصورتی، تمہارا حیادار لباس اور ان سب پر تمہارے صبر و برداشت کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ یہ حیران کن ہے، مگر ایسا ہوا ہے۔ مسلسل بمباری کے دوران تم ہم سے زیادہ صابر و شاکر رہیں۔ کیونکہ تم اب بھی طبعی زنانہ زندگی گزار رہی ہو، ایسی زندگی جو ہمیشہ سے عورت گزارتی آئی ہے۔

1960ء تک مغرب میں بھی یہی زندگی تھی۔ پھر اس دشمن نے ہم پر بمباری کی۔ ہم پر گولہ بارود کی بمباری نہیں ہوئی، مگر غیر محسوس دھوکہ دہی اور اخلاق سوزی کی بمباری ہوئی۔ انہوں نے ہم امریکیوں پر امریکی لڑاکا جہازوں یا ٹینکوں کی بجائے ہالی وڈ سے بمباری کی۔ اور وہ تم پر بھی **تمہارے ملکوں کا حلیہ بگاڑنے** کے بعد ایسی ہی بمباری کریں گے۔ **میں نہیں چاہتی** کہ تمہارے ساتھ بھی ایسا ہو، پھر تم اپنے آپ کو ہماری طرح ذلیل و خوار سمجھنے لگو گی۔ تم اس قسم کی بمباری سے بچ سکتی ہو، اگر تم ایسے لوگوں کے زیر اثر خوفناک تباہی سے دوچار ہونے والی بہنوں کی بات غور سے سنو۔ ہالی وڈ سے جو کچھ باہر آرہا ہے وہ سراسر جھوٹ کا پلندہ ہے، حقیقت کو مروڑ کر دھوئیں اور آئینوں میں لی گئی تصویریں ہیں۔ یہ لوگ سیکس کو غیر مضر اور طبعی تفریح کے طور پر پیش کر کے ایسے معاشرے میں زہر گھولتے ہیں جس کو تباہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ اُن کے اخلاقی بندھن کو تباہ کرنے والے زہر کے پیالہ کو نہ چکھیں۔ ایک دفعہ آپ نے اس زہر کو پی لیا تو اس کا کوئی تریاق نہیں ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ اس کے لاعلاج زخموں سے بچیں۔

وہ آپ کو گدگدی کرنے والی فلموں، میوزک، ویڈیو کا عادی بنا کر اور ہم امریکی عورتوں کو ایک خوش حال و مطمئن عورت کے طور پر پیش کر کے (جو طوائفوں جیسے لباس پر فخر کرنے اور خاوندوں کی بجائے دوستوں کے ساتھ خوش رہنے والی ہیں) مسحور کریں گے۔ یقین کریں، ہم میں سے بے شمار عورتیں خوش نہیں ہیں۔ لاکھوں ذہنی انتشار کی دوائیں استعمال کرتی ہیں، اپنی ملازمتوں سے نفرت کرتی ہیں، رات کے وقت محبت کا دعویٰ کرنے والے مردوں پر چلاتی ہیں،

> **بہنو! تمہارا سب سے قیمتی اثاثہ تمہاری اندرونی خوبصورتی، معصومیت اور وہ سب کچھ ہے جو تمہاری پہچان کا باعث ہے۔ لیکن میں نے دیکھا ہے کہ کچھ مسلمان عورتیں حدود پھلانگ کر مغربی عورت کی طرح بننا چاہتی ہیں۔ ان کی نقالی کیوں؟ جو پہلے ہی اپنی مطاع کے لٹنے پر غم زدہ ہیں**

جنہوں نے ہمیں صرف اپنی ہوس کا نشانہ بنایا اور چلے گئے۔ وہ تمہارے خاندان کو بھی تباہ کریں گے۔ بچے دو ہی اچھے' شادی غلامی ایک قسم کی ہے، ماں بننا لعنت ہے، اور پاکباز رہنا جہالت و دقیانوسی ہے، جیسے خوفناک تصورات متعارف کروا کر تمہیں ایمان و یقین کو خیر باد کہنے اور عیاشی کرنے کی ترغیب دیں گے کہ دوبارہ نہ دنیا ہو گی نہ جوانی۔ وہ اس اژدھے (شیطان) کی مانند ہیں جس نے اماں حوا کو (اسلامی عقیدے کے مطابق آدم و حوا دونوں کو) ممنوع درخت کا پھل کھانے کی ترغیب دی۔

میں آپ کو قیمتی ہیرا اور خالص سونا سمجھتی ہوں۔ ''نہایت ہی قیمتی ہیرا'' (انجیل متی 13:45)۔ تمام عورتیں قیمتی ہیرا ہوتی ہیں، لیکن ہم میں سے بہتوں کو دھوکہ دے کر ہماری قدر کے بارے میں مغالطے میں ڈال دیا گیا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: ''پاک چیز کتوں کو نہ دو، اور اپنے موتی سوروں کے آگے نہ ڈالو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ان کو پاؤں تلے روندیں اور پلٹ کر تمہاری تکہ بوٹی کر دیں'' (انجیل متی 6:7) ہمارے موتی نہایت قیمتی ہیں۔ مگر وہ ہمیں یقین دلاتے ہیں کہ یہ بہت سستے ہیں۔ بلکہ ان کی کوئی قیمت نہیں۔

لیکن میرا یقین مانو کہ آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی پاکبازی، معصومیت اور خودداری کو دیکھنے کا متبادل ہے ہی نہیں۔ مغرب کے سیوریج سے نکلنے والے فیشن اس طرح ڈیزائن کئے جاتے ہیں کہ آپ کو اپنی نسوانیت ہی سب سے قیمتی نظر آئے۔ لیکن آپ لوگوں کے ملبوسات اور حجاب و نقاب مغرب کے فیشن سے کہیں زیادہ نسوانی ہیں کیونکہ یہ آپ کو پراسراری میں چھپا لیتے ہیں۔ اور ان میں آپ کی خودداری اور اعتماد جھلکتا ہے۔ ایک عورت کی نسوانیت بے ہودہ آنکھوں سے محفوظ ہی رہنی چاہیے۔ کیونکہ یہ تمہاری طرف سے اس مرد کے لئے تحفہ ہے جو تم سے محبت کرتا ہے، اور تمہارے ساتھ شادی کرتا ہے۔ اور چونکہ تمہارے مرد اب بھی بہادر جنگجو ہیں اس لئے تمہارے بہترین تحفہ کے وہی حق دار ہیں۔ ہمارے مرد چونکہ حیا چاہتے ہی نہیں اس لیے وہ قیمتی موتی کی قدر بھی نہیں جانتے۔ بلکہ وہ گوشت کے مصنوعی آب گینوں کو ہی پسند کرتے ہیں، تا کہ انہیں آسانی سے چھوڑا جا سکے۔

تمہارا سب سے قیمتی اثاثہ تمہاری اندرونی خوبصورتی، معصومیت اور وہ سب کچھ ہے جو تمہاری پہچان کا باعث ہے۔

لیکن میں نے دیکھا ہے کہ کچھ مسلمان عورتیں حدود پھلانگ کر مغربی عورت کی طرح کا بننا چاہتی ہیں۔ ان کی نقالی کیوں؟ جو پہلے ہی اپنی مطاع کے لٹنے پر غم زدہ، افسوس میں مبتلا ہیں۔ اس نقصان کا اب کوئی مداوا نہیں۔ تم بے عیب موتی ہو۔ تم انہیں خود کو مصنوعی آبگینہ بنانے کی چالاکی نہ کرنے دو۔ کیونکہ جو کچھ تم فیشن میگزین یا مغربی ٹی وی میں دیکھتی ہو وہ فراڈ، دھوکہ اور جھوٹ ہے۔ یہی تو شیطان کا جال ہے۔ یہ بیوقوفوں کے لئے سونا ہے۔ اگر تم جاننا چاہو، میں آپ کو ایک راز کی بات بتاؤں۔ شادی سے پہلے سیکس ہمارے لئے معمولی چیز ہے۔ ہم نے ٹی وی پر مشاہدہ کے مطابق اپنا جسم اس مرد کے حوالے کر دیا جو ہم سے محبت کا دعویدار تھا۔ صرف یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس طرح وہ ہم سے اور زیادہ محبت کرے گا۔ لیکن بغیر شادی کی ضمانت کے اور یقینی علم کے کہ وہ ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے گا۔ ستم ظریفی یہ کہ یہ پہلا تجربہ بالکل لطف اندوز نہیں تھا بلکہ رلانے والا تھا۔ میرا خیال ہے تم میری بات سمجھ گئی ہوگی۔ کیونکہ ایک عورت ہی دوسری عورت کی بات سمجھ سکتی ہے کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔ ہم سب ایک ہی ہیں، فرق نسل، مذہب یا قومیت کا ہے۔ ایک عورت کا دل بھی عورتوں

میں ہوتا ہے۔ ہم محبت کرتی ہیں۔ یہی ہمارا بہترین عمل ہے۔ ہم اپنے خاندان کی پرورش کرتی ہیں۔ اور اپنے مردوں کو جن سے ہمیں محبت ہے، تسکین اور قوت پہنچاتی ہیں۔ لیکن ہم امریکی عورتیں بیوقوف بنائی گئی ہیں، کہ ہم دنیا کی خوش نصیب عورتیں ہیں، یہ کہہ کر کہ ہمارے اپنے گھر ہیں، ملازمتیں ہیں، ہم جسے چاہیں اپنی محبت دے سکتی ہیں۔ حقیقت میں یہ آزادی نہیں ہے، یہ محبت نہیں ہے۔ صرف محفوظ شادی کی جنت میں ہی ایک عورت کا جسم اور دل محبت کر سکتا ہے۔ اس سے کم پر اکتفا نہ کریں۔ کیونکہ تم یہ پسند نہ ہی کروگی کہ ہمارے مرد کی طرح تمہارا مرد تمہیں چھوڑ جائے۔

گناہ کبھی اچھا پھل نہیں دیتا۔ یہ ہمیشہ تمہیں دھوکہ دیتا ہے۔ اگرچہ میں نے اپنی عزت کو سنبھال لیا ہے لیکن پہلے سے ہی عزت دار رہنے کا تو کوئی متبادل نہیں۔ ہم مغربی عورتوں کو یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ تم مسلمان عورتیں مظلوم ہو، لیکن درحقیقت مظلوم ہم ہیں، جو اس فیشن کی غلام ہیں جو ہمیں ذلیل کرتا ہے۔ ہمارے سر پر اپنی اہمیت کا سودا سوار ہے۔ ہم ایسے آدمیوں سے محبت کی بھیک مانگتی ہیں جو ہم سے سچی محبت کرنا نہیں چاہتے۔ ہم اپنے اندر کی آواز پہچانتی ہیں کہ ہم سے دھوکہ ہوا ہے۔ ہم درپردہ تمہاری تعریف کرتی ہیں، تم پر رشک کرتی ہیں، اگرچہ ہم میں سے بہت سی ہیں جو اس بات کا اقرار نہیں کرتیں۔ ہمارے متعلق یہ نہ سوچیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے ہم اسے پسند کرتی ہیں۔ یہ ہماری غلطی نہیں ہے۔ ہم میں سے بہت سوں کے والد نہیں تھے جو ہمیں ہماری جوانی میں بچاتے۔ کیونکہ ہمارا خاندانی نظام تباہ ہو چکا ہے۔ تم جانتی ہو اس کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟ میری بہنو! بیوقوف مت بننا، معصوم اور پاکباز ہی رہنا۔ ہم عیسائی عورتیں دیکھنا چاہتی ہیں کہ حقیقتاً عورت کی زندگی کیا ہے؟ اور چاہتی ہیں کہ تم ہمارے لئے مشعلِ راہ بنی رہو۔ ہم برباد ہو چکی ہیں، تمہیں برباد ہوتے دیکھنا نہیں چاہتیں۔ اپنی پاکبازی سے چمٹے رہنا۔ یاد رکھو! کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں آسکتا، پس اپنے تیر کی حفاظت کرنا۔

مجھے امید ہے کہ میری یہ نصیحت تم اسی طرح قبول کروگی جس طرح میرے دل سے نکلی ہے۔ دوستی، عزت اور بلند حوصلگی کے جذبات کے ساتھ۔

تمہاری محبت بھری عیسائی بہن

دعائے مغفرت کی درخواست

تنظیم اسلامی نارتھ کراچی کے رفقاء سید فضل الحق کی ہمشیرہ اور احتشام الحق صدیقی کے سسر انتقال کرگئے۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں!

امیر الاسلام ہاشمی

ایک دردمند دل رکھنے والے نے اس قوم کی حالت بیان کی ہے، جو اقبال کو اپنا رہبر و مفکر تسلیم کرتی ہے۔

دہقان تو مر کھپ بھی گیا، اب کس کو جگاؤں
ملتا ہے کہاں خوشۂ گندم کہ جلاؤں
شاہیں کا تو ہے گنبدِ شاہی پہ بسیرا
کنجشک فرومایہ کو میں اب کس سے لڑاؤں
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

ہر داڑھی میں تنکا ہے تو ہر آنکھ میں شہتیر
اب مومن کی نگاہوں سے بدلتی نہیں تقدیر
توحید کی تلواروں سے خالی ہیں نیامیں
اب ذوقِ یقیں سے کہیں کٹتی نہیں زنجیر
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

مکاری و عیاری و غداری و ہیجان
اب بنتا ہے ان چار عناصر سے مسلمان
قاری اسے کہنا تو بڑی بات ہے یارو
اس نے تو کبھی کھول کے دیکھا نہیں قرآن
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

دیکھو تو ذرا محلوں کے پردوں کو اٹھا کر
شمشیر و سناں رکھی ہے طاقوں میں سجا کر
آتے ہیں نظر مسندِ شاہی پہ رنگیلے
تقدیرِ امم سو گئی، طاؤس پہ آکر
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

بیباکی و حق گوئی سے گھبراتا ہے مومن
مکاری و روباہی پہ اتراتا ہے مومن
جس رزق سے پرواز میں کوتاہی کا ڈر ہو
وہ رزق بڑے شوق سے کھاتا ہے مومن
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

مرمر کی سلوں سے کوئی بیزار نہیں ہے
رہنے کو حرم میں کوئی تیار نہیں ہے
کہنے کو ہر شخص مسلمان ہے لیکن
دیکھو تو کہیں نام کو کردار نہیں ہے
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

شاہیں کا جہاں آج ممولے کا جہاں ہے
ملتی ہوئی ملا سے مجاہد کی اذاں ہے
مانا کہ ستاروں سے بھی آگے ہیں جہاں اور
شاہیں میں مگر طاقتِ پرواز کہاں ہے
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

محمودوں کی صف آج ایازوں سے پرے ہے
جمہور سے سلطانی، جمہور ڈرے ہے
تھامے ہوئے دامن ہے، یہاں پر جو خودی کا
مرمر کے جیے ہے، کبھی جی جی کے مرے ہے
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

پیدا کبھی ہوتی تھی سحر جس کی اذاں سے
اس بندۂ مومن کو میں اب لاؤں کہاں سے
وہ سجدہ زمیں جس سے لرز جاتی تھی یارو
ہم چھوٹ چکے ہیں، آج اس "بارِ گراں" سے
اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

اے خدا......!

عرفان صدیقی

لکھتے لکھتے انگلیاں فگار ہوچکی ہیں اور خامہ خونچکاں ہے۔ اب تو قتل وخونریزی کے ایسے بہیمانہ واقعات پر قلم اٹھاتے ہوئے بھی کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ہمارا لہو اتنا ارزاں کیوں ہوگیا ہے؟ ہماری زندگی اس قدر بے مایہ کیوں بنادی گئی ہے؟ ہماری قومی غیرت متاع کوچہ وبازار سے بھی حقیر کیوں ہوگئی ہے؟ ہماری جانیں پاؤں تلے مسلے جانے والے کیڑوں مکوڑوں سے بھی کم قیمت کیوں قرار پائی ہیں؟ کیا وزیرستان میں بسنے والے افتادگانِ خاک پاکستان کے شہری نہیں؟ کیا اُن کی جان و مال کا تحفظ اسلام آباد کے فرمانرواؤں پر واجب نہیں؟ کیا وہ اپنی ماؤں کی کوکھ سے جنم لینے کے بجائے زمین سے اُگتے یا درختوں پہ لگتے ہیں؟ کیا وہ کسی کے جگر گوشے نہیں؟ کیا اُن کے چیتھڑے اُڑنے سے ماؤں کی گودیں ویران نہیں ہوتیں؟ کیا انہیں بموں اور میزائلوں سے بھسم کردینے سے بچے یتیم اور عورتیں بیوہ نہیں ہوتیں؟ کیا وہ اس لائق بھی نہیں کہ 80 سے زیادہ وزراء میں سے کوئی اظہارِ افسوس ہی کردے؟ کیا وہ اس دھرتی پر ایسا ہی بوجھ تھے کہ صدر محترم کی زبان سے ایک کلمۂ ہمدردی وغمگساری بھی نہ نکلے؟ کیا وہ ڈھور ڈنگروں سے بھی حقیر وکم تر تھے کہ خوش پوش وزیراعظم اُن کے لواحقین سے تعزیت تک نہ کریں؟

غضب خدا کا، افغانستان کے فوجی اڈوں سے امریکی اور نیٹو افواج کی کھلی، وحشیانہ اور ننگی جارحیت کے نتیجے میں معصوم بچوں اور خواتین سمیت چالیس کے لگ بھگ افراد شہید ہوگئے۔ بیسیوں گھر ملبے کا ڈھیر بن گئے، دکانیں، گاڑیاں، مال مویشی اور درخت بھسم ہوگئے۔ شمالی اور جنوبی وزیرستان پر رات سے شروع ہونے والے حملے اگلے دن بھی جاری رہے۔ امریکہ کے بی باون طیارے اور گن شپ ہیلی کاپٹر پاکستان سرحد سے کئی کلومیٹر اندر آکر کارروائیاں کرتے رہے۔ پاکستان کی سرزمین بموں، گولیوں اور میزائلوں کا نشانہ بنتی رہی، لاشیں گرتی رہیں، معصوم انسانوں کے جسم چیتھڑے ہوتے رہے لیکن دور و نزدیک سے کوئی جوابی کارروائی نہ ہوئی۔ پاکستان کا دفاعی نظام سویا رہا۔ کسی نے افغانستان سے آنے والے طیاروں اور ہیلی کاپٹروں کو نہ للکارا، کسی راڈار کی نگاہیں اُن پہ نہ پڑیں۔ کسی توپچی کی دوربینوں کی نگاہ ان ہولناک خونخوار مشینوں پہ نہ پڑی۔ امریکی اور نیٹو طیارے کمال آزادی کے ساتھ پاکستانیوں کا شکار کھیلتے رہے اور ریاست کی رٹ لمبی تان کر سوتی رہی۔ ایک قبائلی اپنے سات افراد خانہ سمیت، وحشیانہ بمباری کا لقمہ ہوگیا۔ صرف ایک زخمی بچہ سلامت ہے جو بچ گیا تو جوان ہوکر اس عہدِ نامراد کی کہانیاں سنائے گا۔

یہ سب کچھ ہوگیا، ہمارے ''دوستوں اور اتحادیوں'' کے طیارے 40 کے لگ بھگ انسانوں کے پرخچے اڑا کر، بال برابر مزاحمت کا سامنا کئے بغیر، حفاظت وسلامتی کے ساتھ اپنے اڈوں کو واپس چلے گئے اور قتل گاہوں سے اٹھنے والا شور آہ بکا تھما تو راولپنڈی سے ایک بیان جاری ہوا:

> **پاکستان کی سرزمین بموں، گولیوں اور میزائلوں کا نشانہ بنتی رہی، لاشیں گرتی رہیں، معصوم انسانوں کے جسم چیتھڑے ہوتے رہے۔ امریکی اور نیٹو طیارے کمال آزادی کے ساتھ پاکستانیوں کا شکار کھیلتے رہے اور ریاست کی رٹ لمبی تان کر سوتی رہی۔ دور و نزدیک سے کوئی جوابی کارروائی نہ ہوئی**

''پاکستان افغان بارڈر کے قریب شمالی اور جنوبی وزیرستان کی سرحد پر منگرڈٹل کے علاقے میں اتحادی فوج اور تخریب کاروں کے درمیان جھڑپ کے نتیجے میں دس افراد ہلاک ہوگئے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق اتحادی فوجیں افغانستان میں تخریب کاروں کے خلاف آپریشن کر رہی تھیں کہ کچھ مارٹر گولے سرحد کے اس طرف آگرے۔ اس واقعے کے خلاف اتحادی فوجوں سے سخت احتجاج کیا گیا ہے۔ اس افسوسناک واقعہ میں چودہ مزید افراد بھی زخمی ہوئے جن میں سے سات شدید زخمی ہیں۔ انہیں ضروری علاج معالجے کے لئے ہسپتال میں پہنچا گیا گیا ہے۔'' جانیں بھی گئیں اور درجنوں عمر بھر کے لئے اپاہج ہوگئے۔ پورے وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کے دو سو کے لگ بھگ ممالک میں سے کسی بے حد نحیف ونزار اور حقیر وناتواں ملک پر بھی اس نوع کا حملہ ہوتا اور اس مکروہ انداز سے اس کی آزادی خودمختاری کو پامال کیا گیا ہوتا تو اُس کے حکمران قیامت بپا کردیتے۔ لوگ دہائی دیتے ہوئے سڑکوں پہ نکل آتے۔ مقتولوں کے وارث بولتے تو بین الاقوامی میڈیا کے بھی کان کھڑے ہوتے۔ بے گناہ، معصوم شہری آبادی پر ہلاکت آفریں ہتھیاروں کی اس برسات پر انسانی حقوق کی عالمی تنظیمیں آواز اُٹھاتیں۔ معاملہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل تک جا پہنچتا اور کچھ ہوتا نہ ہوتا، قاتلوں کو کم از کم ایک رسمی سی معذرت ضرور کرنا پڑتی۔ آئندہ ایسی کارروائیوں سے اجتناب کا وعدہ کرنا پڑتا۔ واشنگٹن کی عالی مرتبت بارگاہوں کو اعتذار نامہ جاری کرنا پڑتا۔ لیکن یہاں کیفیت یہ ہے کہ قاتل چپ ہیں اور مقتولین کی جان و مال کے تحفظ کے ذمہ دار حکمران، قاتلوں کی صفائی پیش کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں ''تخریب کاروں کے خلاف آپریشن کے دوران کچھ مارٹر گولے اِدھر آن گرے۔'' گویا یہ غیر شعوری، نادانستہ غلطی تھی۔ نہ کوئی بی۔ باون طیارہ ہماری طرف آیا؟ نہ گن شپ ہیلی کاپٹر۔ میرے پاس الفاظ نہیں کہ اس رویے کو کوئی نام دے سکوں۔ شاید انسانی تاریخ کبھی اس نوع کے سانحے سے دوچار ہی نہیں ہوئی۔ جب کسی قوم کے پاسبانوں کی حمیت وخودی ایسی پستیوں میں لڑھک جاتی ہے کہ اُن کی بے چارگی کو بیان کرنے کے لئے کوئی موزوں لفظ ہی نہیں ملتا۔

نائن الیون کے فوراً بعد، رچرڈ آرمٹیج کی ایک لرزہ خیز دھمکی کے زیر اثر امریکی کروسیڈ کی ہم نوائی وہم قدمی کا فیصلہ کرتے وقت ایک ٹیلی فون کال کا دورانیہ کافی نکلا۔ بعد میں اس فیصلے کو دانش وحکمت کے سنہری فریم میں جڑ کر تاریخ ساز اقدامات کی گیلری میں سجا دیا گیا اور چرب زبان ترجمانوں نے اس کے قالبے وحی والہام سے ملا دیئے۔ اس اکتوبر میں اس جنگ کو چھ سال ہوجائیں گے۔ چھ سال سے قومی غیرت وخودی، گیلی لکڑی کی طرح اس جنگ کی بھٹی میں دھری ہے۔ ہم نہیں پوچھتے کہ آج کشمیر کس حال میں ہے؟ ہم نہیں پوچھتے کہ مقبوضہ کشمیر کے نہتے مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑتی سات لاکھ سپاہ میں کتنی کمی واقع ہوئی ہے؟ ہم نہیں پوچھتے کہ کل جماعتی حریت کانفرنس پر کیا گزری؟ ہم نہیں پوچھتے کہ سید علی گیلانی نامی شخص کن صحراؤں میں دھکیل دیا گیا؟ ہم نہیں پوچھتے کہ بھارت کو علاقے کا چودھری مان لینے سے ہمارا قد کتنا اونچا ہوا؟ ہم نہیں پوچھتے کہ اعتماد افزا اقدامات کا (باقی صفحہ 13 پر)

کانگریسی صدارتی امیدوار کی خبطی باتیں

کانگریس نے پچھلے دنوں راجستھان کی گورنر 72 سالہ پرتیھا پٹیل کو اپنا صدارتی امیدوار منتخب کیا تھا۔ اگلے ماہ بھارت میں پارلیمنٹ نیا صدر منتخب کرے گی۔ موصوفہ بھارت میں اعتدال پسند رہنما سمجھی جاتی ہیں، مگر ایک ہفتہ قبل پٹیل نے اودھے پور میں ایک تقریب کے دوران یہ ''انکشاف'' کیا کہ ہندوستان میں عورتوں نے سولہویں صدی میں برقع پہننا شروع کیا تا کہ خود کو مغل بادشاہوں کی ہوس سے محفوظ رکھ سکیں۔ اب چونکہ مغل دور حکومت ختم ہو چکا، لہٰذا خواتین کو برقع نہیں پہننا چاہیے۔ اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ دل میں مسلمانوں کے خلاف تعصب رکھتی ہیں۔

بھارتی صدر کا عہدہ زیادہ طاقت نہیں رکھتا مگر وہ تمام طبقوں کے لیے محترم ہوتا ہے۔ اسی لیے اب یہ سوال کیا جا رہا ہے کہ بھارت کی سب سے بڑی اقلیت کو ناراض کر کے پٹیل کا صدر بننا حق بجانب ہو گا؟

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے رکن، مولانا خالد راشد نے اس بیان کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''برقع مغل حکمرانوں کی ایجاد نہیں بلکہ خواتین نے اِسے خدا کے حکم پر پہننا شروع کیا۔ یہ حیا کی علامت اور شریف عورت کی پہچان ہے۔ برقع کے خلاف کسی بھی قسم کے بیان سے مسلمان یہی سمجھیں گے کہ وہ اللہ اور قرآن پاک کے خلاف دیا گیا۔ مسلمانان ہند نے اب کانگریسی حکومت سے پرزور مطالبہ کیا ہے کہ وہ کسی اور غیر متنازعہ شخصیت کو صدارتی امیدوار مقرر کرے۔

افغان بچوں کی شہادت

پچھلے ہفتے امریکی طیاروں نے پکتیا میں ایک قصبے پر بمباری کی، تو وہاں سات افغان بچے شہید ہو گئے۔ امریکی خفیہ اداروں کی اطلاع تھی کہ یہ قصبہ القاعدہ والوں کی سرگرمیوں کا گڑھ ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا امریکی سی آئی اے، ایف بی آئی وغیرہ پر اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ انہی امریکی خفیہ اداروں نے دعویٰ کیا تھا کہ عراق میں وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار موجود ہیں لیکن کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔ ان کی رپورٹیں جھوٹ اور بے ایمانی سے آلودہ تھیں۔ اور اگر ان میں صداقت بھی ہوتی تو امریکہ کی طرح عراق کو ایٹمی ہتھیار رکھنے کا حق حاصل تھا۔ پھر عراق پر حملہ کیوں کیا گیا؟

القاعدہ کشمیر میں نہیں

کشمیر میں بھارتی فوج کے کمانڈر جنرل ایچ ایس پناگ نے ایک بیان میں کہا ہے کہ چھان بین کے بعد کشمیر میں القاعدہ والوں کی موجودگی کا سراغ نہیں ملا۔ یاد رہے، پچھلے ماہ مقبوضہ کشمیر میں تقسیم کی گئی ایک وڈیو سی ڈی میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ اسامہ بن لادن کا ''برین چائلڈ'' کشمیر پہنچ گیا ہے۔

لوٹ کے بدھو گھر کو آئے

امریکا اور برطانیہ نے اقوام متحدہ میں ایک قرارداد پیش کر کے مطالبہ کیا ہے کہ اقوام متحدہ کے جو انسپکٹر عراق میں وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار تلاش کر رہے ہیں، انہیں کام کرنے سے روک دیا جائے۔ یاد رہے کہ عراق پر امریکی حملے کے سلسلے میں ایک بڑا الزام یہ بھی تھا جو بعد ازاں غلط ثابت ہوا۔

بوسنیا جنگ میں 97 ہزار افراد شہید ہوئے

سرا جیو کی ایک غیر سرکاری تنظیم، ریسرچ اینڈ ڈاکومینٹیشن سینٹر نے طویل تحقیق کے بعد بتایا ہے کہ 1992ء تا 1995ء جاری رہنے والی بوسنیا جنگ میں ستانوے ہزار بوسنیائی باشندے شہید ہوئے تھے۔ ان میں سے آدھے جنگ کے پہلے چھ ماہ میں شہید ہوئے جب بوسنیائی سربوں نے یوگوسلاوی فوج کی مدد سے وسیع پیمانے پر مسلمانوں کے خلاف حملے کیے تھے۔ ان حملوں کا مقصد بوسنیا میں مسلمانوں کی آبادی کم کرنا تھا۔

سعودی عرب کو امداد نہ دو

امریکا کے ایوان نمائندگان میں یہ تجویز منظور ہو گئی ہے کہ سعودی عرب کی امداد بند کر دی جائے۔ ایوان کے ارکان کا خیال ہے کہ سعودی عرب ''دہشت گرد'' تنظیموں کی حمایت کر رہا ہے اور وہاں مذہبی پابندیاں بہت ہیں۔ یہ پہلا موقع ہے کہ مسلم دنیا میں امریکا کے ایک بڑے حمایتی کو قانونی طور پر ایسی پابندی کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ تاہم یہ تجویز قانون اسی وقت بن سکتی ہے جب سینٹ بھی اِسے منظور کر لے اور امریکی صدر دستخط کر دے۔ اور ایسا ہونا تقریباً ناممکن ہے۔

عراق میں القاعدہ کے خلاف آپریشن

آج کل امریکی فوج نے عراقی ضلع دیالہ میں القاعدہ کے نام پر مجاہدین کے خلاف بہت بڑا آپریشن شروع کر رکھا ہے۔ تاہم امریکیوں کو زبردست مزاحمت کا سامنا ہے۔ ایک ضلعی شہر باقوبہ میں لڑنے والی امریکی فوج کے کمانڈر، بریگیڈیر مک بیڈ نریک کا کہنا ہے ''وہاں گھر گھر، گلی گلی، محلے محلے میں لڑائی لڑی جا رہی ہے۔ القاعدہ کے ارکان سینے پر گولی کھا کر مرنا چاہتے ہیں، وہ پیٹھ دکھانا پسند نہیں کرتے۔'' امریکیوں کو علم ہی نہیں ہے کہ جب ایک مسلمان کے سینے میں جذبہ آزادی کی آگ بھڑک اٹھے، تو پھر دنیا کی ہر شے اس میں بھسم ہو جاتی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ امریکی کب اس آگ سے نکلیں گے۔

ملعون رشدی کا نیا خطاب

مغربی ممالک کی یہ روایت بن چکی ہے کہ جو مسلمان باغی ہو کر اپنے مذہب اور معاشرے پر رکیک اور بے ہودہ حملے کرنے لگے، وہ اُسے سر آنکھوں پر بٹھاتے اور اُسے ہیرو بنا دیتے ہیں۔ ایسے باغیوں اور مرتدین میں ملعون سلمان رشدی کا پہلا نمبر ہے جو آج جیتے جی جہنم جیسی زندگی گزار رہا ہے۔

پچھلے دنوں اس ملعون کو برطانوی حکومت نے ''سر'' کا خطاب دیا، تو دنیا بھر کے کروڑوں مسلمانوں کو سخت صدمہ پہنچا۔ صاف ظاہر ہے کہ برطانوی حکومت نے مسلمانوں کو بھڑکانے اور ان کے جذبات مجروح کرنے کے لیے یہ ناروا قدم اٹھایا۔ دراصل یہ بھی اذیت پسند مغربیوں کا انداز ہے۔ وہ دوسروں کے جذبات سے کھیل کر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اب یہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ جہاں پرامن رہ کر احتجاج کریں، وہاں مسلم حکمران برطانیہ سے سفارتی تعلقات بھی منقطع کریں۔

ایران کا یورینیم

ایران کے وزیر داخلہ، مصطفےٰ محمدی نے دعویٰ کیا ہے کہ ایران نے 100 کلوگرام یورینیم تیار کر لیا ہے۔ یاد رہے کہ چالیس پچاس خالص یورینیم سے ایٹم بم تیار ہو سکتا ہے۔ گویہ اعلان کر کے امریکا اور اس کے حواریوں کو بتا دیا گیا ہے کہ ایران نے ایٹم بم تیار کر لیا ہے۔

اُدھر یہ خبر ملی ہے کہ اسرائیلی فضائیہ نے ''دور دراز مشن'' کے سلسلے میں تربیتی مشقیں شروع کر دی ہیں۔ ان کا واضح مقصد ایرانی ایٹمی تنصیبات کو تباہ کرنا ہے۔ یاد رہے کہ ایران اسرائیل سے 1650 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اسرائیلیوں کے لیے ایرانی تنصیبات پر حملہ آسان نہیں ہو گا۔

غزہ پٹی کی صورت حال

غزہ بحیرہ روم کے ساحل پر واقع چالیس کلومیٹر کی پٹی ہے۔ آج کل اس پر حماس والوں کا کنٹرول ہے۔ فلسطین اتھارٹی کے بقیہ علاقوں میں الفتح کے صدر محمود عباس کی حکمرانی ہے۔ اسرائیل نے نئی حکومت کی حمایت کا اعلان کرتے ہوئے غزہ پٹی کی ناکہ بندی کر دی ہے۔ ان اقدامات سے ظاہر ہے کہ محمود عباس کو بین الاقوامی حمایت حاصل ہے۔ تاہم امت مسلمہ کو چاہیے کہ وہ آگے آئے اور فلسطین کے دونوں گروہوں میں صلح کرا دے۔ یہی اقدام فلسطینیوں کے لیے خوشی کا پیغام لائے گا۔

In all that time amid all the blood that we have spilled including the death of more Pakistani soldiers than the death toll of Americans in Iraq, not to mention the civilians deaths and the hundreds still languishing in illegal detentions, or the surrender of our sovereignty: The Decider continued to promise us that he is the only one who can make Pakistan, "progressive and modern."

If we had true representatives inside the government we could have stopped this, but our "protectors" are the same "elected representatives" that stood by while the Decider and his Outlaws stripped the public of our basic protections from our own government: which was the whole point behind the 1973 Constitution in the first place.

The so-called opposition are the ones who legitimised Musharraf dictatorship and served its objectives for the past five and more years. How did they allow themselves to run elections under a dictator? How did they allow him to remain president in uniform? How did they allow themselves to serve the country under a military dictator? How did they allow him to make his dictatorship constitutional? Didn't they vote in favour of that? Did he do anything new today that he didn't do in the last seven years? What is all this hue and cry about after the so-called opposition's accepting and calling him president for the past many years?

Today the US is making public statements about free and fair elections and offering advisors for the upcoming elections. The colonial master would never let Musharraf go that easily. From the colonial perspective, he is the best person to lead the nation during these New Dark Ages of the Old World Order.

Pakistan has never built or sought to compete in a world where creativity or freedom can be tolerated. We never competed for success. We relied on aid and handouts. In return we allowed others to use us and our armed forces for their malicious objectives. Our citizens have become sheep that shall soon become even less, because too many have refused to seriously struggle those that have truly impoverished and sold us. The enemy we need to fear is here, and the challenge for survival increases daily.

Too many of us have given up on the great dream which led us to establishing Pakistan in the first place. Instead we chose by default to embrace only "math science and money." There is no analysis, no research, and critical-thinking is no longer taught or encouraged anywhere. The language along with individual personal courage and honor have been butchered. Our youth are taught to follow orders, schooled in 'how to fit in' the global colonial order, and are encouraged to become a number instead of a person. They are deliberately kept away from Islam in a country achieved in the name of Islam, or they are given the partial message of Islam through tailored school curriculum.

The results of this sad state are everywhere around us: Look at total chaos. Look at the absence of alternative to perpetual military and civilian dictatorship. Look at the absence of social welfare, medical and educational support. Look at the increasing poverty and the widening gap between the rich and the poor despite all the tall claims of having increased GDP and billions in foreign reserves. Death and destruction and systematic humiliation is what we've earned, and if we do not begin that struggle soon -then that fate is all that most of us will ever come to know.

Challenge the Mush's myth of moderation and secularism and indispensability of the military support in politics by questioning the true history of this nation; so that when the 14th of August rolls round again, you will at least know about the actual state of this nation. Then ask if you dare: is this what I really want to give those that will come after us.

Abid Ullah Jan is the author of The Musharraf Factor: Leading Pakistan to Inevitable Demise.

بقیہ: اداریہ

ہم اِس سے گریز کرنا چاہیں گے بھی تو نہیں کر سکیں گے۔ ہمارا رویہ بالکل وہی ہونا چاہیے جو شہاب الدین غوری نے جنگ میں شکست کھا کر اختیار کیا تھا، یعنی ہم اِس ناگزیر تصادم کے لئے ائرکنڈیشنڈ کمروں سے نکل کر اور زندگی کی سہولیات ترک کر کے دن رات تیاری کریں وگرنہ قرآن کی بے حرمتی ہوتی رہے گی، ہماری مقدس ہستیوں پر کیچڑ اچھالا جاتا رہے گا اور آنے والے وقت میں ہم شاید حتجاج کرنے کے قابل بھی نہ رہیں۔

یاد رہے مسلمانوں کو ذہنی اور روحانی ایذا رسانی سے بات کا آغاز کیا گیا ہے۔ اِس کی انتہا اُن کی منصوبہ بندی کے مطابق مسلمانوں کا مکمل خاتمہ ہے، جیسے پانچ صدیاں پہلے سپین میں کیا گیا تھا۔ اب یہ منصوبہ بندی عالمی سطح پر ہو رہی ہے، جوابی منصوبہ بندی ہمارے ایمان کا تقاضا بھی ہے، اور ہماری بقا کے لیے ناگزیر بھی ہے۔ رشدی جیسے لوگ تو محض ٹول ہیں۔ اُسے جہنم واصل کرنا یقیناً یک عظیم کارنامہ ہو گا لیکن صرف اِس سے بات نہیں بنے گی۔ مضبوط اور طاقتور اسلامی فلاحی ریاست کا قیام ہی عالم کفر کو منہ توڑ جواب دے سکتا ہے۔ رشدی اسفل سافلین کی تازہ مثال ہے، اُسے تو عبرت ناک انجام سے دوچار ہونا ہے۔ امتِ مسلمہ کو فوری طور پر عالم کفر کی چالوں کا مقابلہ کرنے کے لئے شارٹ ٹرم اور لانگ ٹرم منصوبہ بندی کرنی چاہیے۔

تنظیمی اطلاع

حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن میں رفقاء کی تعداد کو پیش نظر رکھتے ہوئے سیالکوٹ کی تنظیم کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

امیر محترم نے رفقاء کی آراء اور ناظم حلقہ کی سفارش کو مدنظر رکھتے ہوئے مرکزی عاملہ سے مشورہ کے بعد نئی تنظیم ''سیالکوٹ شمالی'' کے قیام کی منظوری دے دی ہے۔ اس کے لئے جنید نذیر چوہدری کو امارت کی ذمہ داری سپرد کی ہے۔ جبکہ دوسری تنظیم کا نام ''سیالکوٹ جنوبی'' ہوگا۔ جس کے لئے امیر کی ذمہ داری عبدالقدیر بٹ ہی ادا کریں گے۔

Vol: 16 Regd. No. LRL -50 No. 25

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

View Point

ABID ULLAH JAN

Pakistan: What have we left for the coming generation?

Every nation has a set of myths by which its people live and die: Pakistan is no exception. We just finished March 23 and soon we'll be approaching the tortured-celebrations of August 14. Both these national spotlights involve public mythologies of freedom and independence that have guided this nation for six decades; yet the very reason for the existence of this nation that these holidays are meant to commemorate is no longer even remotely discussed. Subservience is cheap for most opportunistic leaders, because the masses are lost in the struggle to meet both ends meet and the lesser people among us are paying the price and giving lives, not the elite!

We are approaching the 60th year of national denial and treachery. We don't have any independent national foreign or national policy. We have forgotten the reason d'être of Pakistan. We have become the mirror opposite of who and what we said we will be if we achieved an independent state. Achieved in the name of Islam, for Muslims, on the basis of two nations theory, just look at how proudly we struggle to secularise Pakistan. Despite selling our sovereignty and our own people for economic benefits, look at the homeless, at the unemployed and at the sick as well as the disillusioned that roam this land like the living dead that they are fast becoming.

The government has used the spineless public to turn each agency of this government into its own mirror opposite. Instead of defending, armed forces are in charge of occupying Pakistan for the United States. ISI, IB, FIA and the Ministry of interior are licensee illegally detain and torture citizens while justifying the suppression of Habeas Corpus: making a total farce out of anything remotely resembling Justice.

The Supreme Court has now become the target when it violated its duty to protect and defend the Constitution when it allowed the military to rule and pass extra-constitutional orders, amendments and provisional constitutions. The elected bodies eagerly also joined in support of constitutionalizing dictatorship by giving the General to rule as a president in uniform and giving army a role in making its presence a permanent feature of the governing mechanism. As a result stay and departure of the sitting military ruler is irrelevant.

The truth is we were never a true democracy. Pakistan was taken over by the subservient, pro-colonial masters' elite from day one. They allowed themselves to do anything for the colonial powers in their insatiable greed for power and profits. August 14, 1947 was a transition from direct colonial rule to de facto colonization.

Like many other places from where the colonialists strategically withdrew in the name of giving independence, the Pakistani public opted out of the discussion about continuation of the colonial rule in other ways, by other means. They begun their own private descent into the horrors of wage-slavery and making both ends meet for survival.

This all happened because too few questioned those myths by which we have lived. Our national history is a lie: because the truth and all its attendant crimes have been suppressed. We neither bring true representative democracy nor establish Islam in Pakistan. We allowed military and civilian feudal lords to rule us indefinitely in the name of democracy and Islam. They brought tyranny, corruption, chaos and murder. Other opportunists stood up and formed dozens of political parties with the same stated objective to establish Islam. Instead they could only achieve the un-stated goal: become equal partners in the power politics that did no good to this nation and will never do any good.

We are a nuclear power, yet we are the most scared and cowed nation on the face of the earth, which fully surrendered to the dictates from the United States without putting the slightest of resistance - thanks to the most obsequies and timid military General that the world has ever seen.

The latest myth is that we are 'fighting extremism in Pakistan and Afghanistan.' The fact is we are being used as a mercenary force in conjunction with the US military to suppress liberty and freedom in the name of corporate (read colonial) theft and greed the world over.

All of this fit nicely within Operation 9/11 for the inside job that was the crime of 911 and in which ISI, knowingly or unknowingly, played a role in putting the blame on Arab youth. That was a major crime in which the ISI colluded and that allowed the US government to immediately brand, within 33 minutes after the explosions, as an attack by a "Islamic extremists" without even considering any other possibility: Yet even as the evidence was being assembled and hauled away to finish off the cover-up, the United States was launching the first attacks of a pre-planned war on Afghanistan, and the rest is 'history.'